اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد ۔۔۔ ۳۱
شمارہ ۔۔۔ ۴
رمضان ۔ ۱۴۱۶ھ
جنوری ۔ ۱۹۹۶ء

بیاد
حضرۃ مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مدیر :۔ عبدالقیوم حقانی

مدیر اعلیٰ
حضرۃ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ناظم ۔ شفیق فاروقی

ایگزیکٹو ایڈیٹر
حافظ راشد الحق سمیع

فون: ۲۴۰ ، ۴۳۵ ، ۴۹ ، کوڈ ۰۵۲۳

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ ۱۲۰/- روپے فی پرچہ ۱۲/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۱۶/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک [illegible]
سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

نقشِ آغاز

دینی قوتیں اور عہدِ حاضر کا چیلنج

بالآخر ۲۲ر دسمبر جمعہ کے روز ملی یکجہتی کونسل کے قائدین نے لیاقت باغ راولپنڈی میں پہلی بار ایک
بہت بڑے اور تاریخی جلسہ عام میں موجودہ حکومت اور اس کی ظالمانہ پالیسیوں کو یکسر مسترد کر کے اپنی تحریک
کا آغاز کرتے ہوئے ۳۰ دسمبر کو ملک گیر سطح پر پہیہ جام ہڑتال کی کال دے دی ہے کونسل کے مرکزی
سیکرٹری جنرل مولانا سمیع الحق نے اپنے خطاب میں کہا۔

"ہمیں متحد ہونا ہوگا ہماری بنیاد اللہ کا دین ہے، ہم بارہ کروڑ مسلمان بنیاد پرست ہیں ہم اس
بنیاد پرستی پر فخر کرتے ہیں اتحاد کے دشمنوں کو معاف نہیں کریں گے ہمارا ہدف اس ملک میں
نظام کی تبدیلی ہے، ہمارا ورلڈ آرڈر قرآن اور رسولؐ کا آرڈر ہے ہم کسی اور نیو ورلڈ آرڈر
کو تسلیم نہیں کرتے، عوام حکمرانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں، ورنہ حکمران اس ملک
کو بہت زیادہ نقصان پہنچا دیں گے۔" (روزنامہ خبریں ۲۳ر دسمبر ۱۹۹۵ء)

پیپلز پارٹی کا دور اقتدار قوم وملت کے لیے ایک عذاب ہے، پوری قوم اس پر متفق ہے کہ اس
عذاب سے جتنا جلد چھٹکارا حاصل کر لیا جائے ملکی سالمیت اور دینی اقدار کے تحفظ کے لیے نیک فال ہے
سوال یہ ہے کہ اس کے بعد پھر کیا ہوگا؟ بظاہر متبادل دوسری بڑی پارٹی مسلم لیگ کی ہے جس نے
اپنے دور اقتدار میں اپنے سابق اتحادی دینی قوتوں کے تمام تر دینی اور اسلامی ترجیحات کو یکسر مسترد کر کے
سب کو نالاں کر دیا تھا جس کی سزا بھی اسے گزشتہ الیکشن میں مل گئی مگر اس سب کچھ کے باوصف وہ
ابھی تک بھی اسی اعراض اور استکبار کی ڈگر پر قائم ہے بلکہ دینی قوتوں سے بے نیازی میں اس کی
پرواز اور بڑھ گئی ہے۔

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پیپلز پارٹی ہو یا مسلم لیگ ملک میں نفاذ شریعت اور نظام اسلام
کے قیام کی توقع دونوں سے عبث ہے اور اس میں دونوں صفر صفر ہیں۔ ملک میں نفاذ شریعت یا کم سے کم
دینی اقدار کے تحفظ، آزاد دینی مدارس کے بقا و استحکام کے لحاظ سے ملکی سیاست اور بالخصوص دینی جماعتیں
قوتیں ایک نازک اور دشوار تجربہ سے گزر رہی ہیں جس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اعلیٰ درجہ کی ذہانت

دونوں قوتوں کے طریق واردات سے واقفیت، اسلامی تعلیمات کی روح و پیغام اور بہت بڑی جرأت و تدبر کی ضرورت ہے یہ درحقیقت ایک بہت بڑا ذمہ دارانہ اور مجتہدانہ کام ہے جس کو چار و ناچار بہرحال دینی قوتوں نے ہی انجام دینا ہے جس میں سارا ملک اور ملک بھر کے تمام درد مند مسلمان ان کی تقلید اور پیروی کے لیے تیار ہیں اس کام کی تکمیل پر پاکستان کے تہذیبی و فکری اور دینی و سیاسی مستقبل کا انحصار ہے اس ضرورت کو نہ تو ٹالا جاسکتا ہے اور نہ سرسری طور پر اس سے گذرا جاسکتا ہے اور نہ اس کے لیے کوئی مہلت لی جاسکتی ہے۔ یہ ایک ناگزیر فریضہ ہے جس کو جلد از جلد ادا ہونا چاہیئے اور اس کو ہر مسئلہ پر مقدم رکھنا چاہیئے۔

موجودہ حالات میں علماء اور دینی رہنماؤں کو ملک اور قوم کی علمی و فکری رہنمائی کے سلسلہ میں ذہانت جرأت اور محنت اور دور اندیشی کا ثبوت دینا ہوگا جس کی ان کے منصب کے لحاظ سے ان سے توقع ہے۔

حکمران اور حزب اختلاف کے سیاست دان مذہب اور دینی روابط کو اپنے مخصوص مصالح اور ذاتی مفاد کے لیے استعمال کرتے آئے ہیں کہ ان کا نشو ونما دین کی بے وقعتی، دینی مستقبل سے مایوسی، اہل دین کی تحقیر، مغربی تمدن کی غیر محدود تقدیس و عقیدت، مادی اقدار اور مغربی رجحانات و خیالات کے سامنے مکمل سپر اندازگی پر ہوا ہے جن میں دینی لحاظ سے دور بینی اور بالغ نظر فکر کا فقدان ہے۔ ملی انحطاط قومی تنزل، ملک کا دولخت ہونا، اور اب جو اندر ہی اندر لاوا پک رہا ہے ذلت آمیز ناکامیوں کی طرف رواں دواں ملک کے اس پیش منظر میں حکمرانوں، وزراء اور سیاست دانوں کا دشمن سے ساز باز اور قوم فروشی تک کے مذموم اقدامات کا قبیح ترین پس منظر ہے۔

اگر خدانخواستہ دینی قوتوں نے بھی حسب سابق مروجہ لادین سیاست اور سیاسی کھلاڑیوں کی یلغار کے مقابلہ میں شکست خوردگی، مکمل خود سپردگی، ایک عقیدت مند اور سرگرم مقلد اور ایک ہونہار اور سعادتمند شاگرد جو ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچا کا کردار ادا کرتے ہوئے پھر سے اُن کے طریق واردات کو جوں کا توں قبول کرلیا اور ان کے جمہوری وطیروں، فکری ہتھکنڈوں، مادی افکار و خیالات، نام و نمود اور سیاسی و اقتصادی نظام پر ایمان لے آئے اور اپنے دین اسلامی اور انقلابی تشخص کے باوصف اپنے لائحہ عمل میں بھی ان کی مکمل نقل شروع کردی تو پھر نتیجہ وہی نکلے گا جواب سب کے سامنے ہے۔

قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں دعوے سے کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں پُرامن زندگی اور نظام اسلام کے قیام کی بنیاد عوام میں صحیح اور طاقتور دینی شعور کا وجود ہے اور وہ صرف عمومی دعوت، عوام سے ربط اور ان کی دینی تربیّت اور اس کے مختلف طبقوں میں دینی احساس اور اسلامی شعور پیدا کرنے سے وجود میں آسکتا ہے۔ نئے سیاسی حالات اور ملک کی دونوں بڑی پارٹیوں کی امریکی خوشنودی کے حصول میں مسابقت اور مذہبی و دینی سیاسی جماعتوں کے باہمی عدم اعتماد کے اس نئے دور میں ایک خطرناک انقلاب ملک کے دروازے پر دستک دے رہا ہے ۔ موجودہ دور مہلت کا دور ہے اور عبوری دور ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ زمانہ مہلت کا عبوری دور بلا کسی سخت تھلکہ کے گزر جائے گا، ملک کو امن وامان، روشن مستقبل دینی اداروں کا تحفظ، اسلامی اقدار کی پاسداری اور اسلامی انقلاب کی نوید دے گا یا بدامنی فساد، تباہی وہلاکت اور عریانی وضلالت کی انتہاء تک پہنچا کر رہے گا؟ اس کا انحصار بھی بڑی حد تک اس امر پر ہے کہ ملک کی حساس اور ذمہ دار دینی قیادت کونسا راستہ اختیار کرتی ہے ۔ ہمارے نزدیک اس عبوری دور میں روشن مستقبل اور اسلامی انقلاب کے لیے راستہ ہموار کیا جا سکتا ہے اس کے لیے بڑی دانائی کی ضرورت ہے کہ جو بھی ابتدائی قدم اٹھائے جائیں وہ صحیح ہوں اور جو طریقے اختیار کیے جائیں وہ بھی صحیح ہوں

جب تک علماء دین اور رہنمایان ملت اپنے دینی فریضہ کی ادائیگی اور امراء و اغنیاء اور حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق کہنے کی جرأت سے کام نہیں لیں گے قرب سلطان میں منافست، مناصب اور عہدوں کے لیے کشمکش یا غیر اہم اخلاقی مسائل پر جنگ وجدال، زور آزمائی اور رسّہ کشی کی روایات کو یک قلم ترک نہیں کریں گے، جب تک دینی تربیت زہد وتقوی، عزت نفس اور اخلاقی و دینی جرأت کی عملی مثالیں قائم نہیں کریں گے جب تک مخالف پروپیگنڈے مخالف تحریکوں اور نظریات کو اسلامی معاشرہ میں چور دروازے سے داخلے کو روک نہیں دیا جائے گا اور ان کو نظریاتی اساس پر قائم ہونے والی اس ریاست میں کام کرنے کا پورا موقع دیا جاتا رہے گا یہاں کے اجتماعی، اقتصادی سیاسی اور اخلاقی حالات میں ان کی مداخلت بند نہیں کردی جائے گی تب تک ملک کی موجودہ غیر فطری، غیر اسلامی اور بحرانی صورتِ حال برقرار رہے گی یہ ملک اخلاقی اور سیاسی انتشار سے دوچار اور خطرناک انقلابات کے لیے ہر وقت تیار رہے گا ویسے بھی یہ حالات موجودہ مملکت عزیز آتش فشاں پہاڑ کے دہانہ پر کھڑی ہے جو کسی وقت بھی پھٹ سکتا ہے۔

اس خطرناک صورتحال اور تاریک مستقبل پر مشتمل خطرناک انقلاب کو کوئی فوجی طاقت، کوئی پیپلز پارٹی کوئی مسلم لیگ اور کوئی سیاسی جوڑ توڑ یا بغیر کسی منصوبہ بندی کے برائے نام کوئی اتحاد اور اخباری بیانات نہیں روک سکتے ۔ مال و دولت کے ذریعہ قلب و ضمیر کی خریداری، سفارتوں یا سرکاری سطح کے پر تکلف اور شاندار تقریبات، اہل دین کو خوش کرنے کے لیے کچھ برائے نام منصوبے، کانفرنسیں، محدود دینی ادارے اور دینی مظاہر اس بھیانک مستقبل اور دین اسلام سے اجتماعی بغاوت کا راستہ روکنے کی ضمانت نہیں قرار دیئے جاسکتے ۔

اس کا واحد راستہ یہ ہے کہ علماء دین اور زعماء ملت حقائق اور واقعات کا جرأت و دور اندیشی اور صحیح دینی روح اور دینی بصیرت کے ساتھ سامنا کریں، محض ایک جلسہ یا ملک گیر سطح کی کامیاب ہڑتال یا مسلسل ہڑتالیں بالآخر حکومت کی تبدیلی اس کا حل نہیں بلکہ دینی قیادت کا یہ فرض ہے۔ ملک میں دین کی صحیح تعلیم کے مطابق ہمہ گیر، صالح اور ضروری تبدیلی کے لیے صدق دل اور اخلاص کے ساتھ ایک جامع منصوبہ بندی کرکے کوششیں شروع کردی جائیں جن چیزوں کا ازالہ اور سدِّ باب ضروری ہے ان کا سدِّ باب کیا جائے اور جن بنیادی ضرورتوں کی تکمیل، باہمی اعتماد و اتحاد، باہمی نزاعات میں صلح اور سیاسیات میں اصلاحات کا نفاذ ممکن ہو اور خالص اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لیے یا لادینی انقلاب کی پیش بندی کے لیے جن بنیادی اسکیموں کا آغاز ضروری ہو ان کے آغاز میں دیر نہ کی جائے ـــ دینی قوتیں جس نام سے اور جس کام کے لیے متحد ہوئی ہیں مبارک۔ مگر اب قرآن اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق معاشرہ میں مساوات اور انصاف قائم کرنے کے لیے ٹھوس اور بنیادی کام کیا جائے اہل ملک کی خوشحالی اور فارغ البالی کے لیے ضروری قدم اٹھانے کا قطعی تہیہ کرلیا جائے دینی اتحاد کے پاس کم از کم ہر فرد کے لیے امکانی حد تک ضروریات زندگی کا بندوبست مہیا کرنے کا واضح پروگرام ہو، ملک میں بے جا اسراف اور حد سے بڑھی ہوئی فضول خرچیوں کو ختم کردیا جائے نظام تعلیم کے لیے دینی مدارس کے استحکام کے ساتھ آزاد اسلامی سکولوں کے قیام کا منظم کام کیا جائے جس کا نظام تعلیم اسلام کے عقائد و اصول اور عصر جدید کے تغیّرات اور علوم و وسائل دونوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو اور دونوں کے تقاضے پورے کرتا ہو، جبکہ نئی نسل کی فکری اور ذہنی تربیت کے لیے منظم تربیتی پروگرام ترتیب دے تربیتی تقریبات میں ایسی تعلیم دی جائے جو ان میں ایک طرف ایمان و یقین، اخلاقی قوت استقامت، خود اعتمادی و خود داری، اپنے دین پر غیر متزلزل یقین اور اس کے لیے قربانی کا جذبہ دوسری طرف قوت ایجاد، فکری استقلال، بلند ہمتی اور اولوالعزمی پیدا کرے اور جرأت و ذہانت کے ساتھ

مغرب اور ملک میں ان کی نمائندہ تمام قوتوں کا مقابلہ کرنے کا جوہر اور اوصاف پیدا کرسکے۔

خدا کا شکر ہے کہ دینی قیادت کو اس کا احساس ہے اور اس سلسلہ میں ملی یکجہتی کونسل نے اپنے قیام کے قلیل ترین عرصہ میں بہت کچھ کام کیا ہے مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ابھی تک اس عظیم مقصد کے حصول میں بنیاد کی اینٹ بھی نہیں رکھی جاسکتی۔

پی پی پی اور مسلم لیگ ہر دو گروہوں کے خطرناک لادینی مشن کی تکمیل کے نتیجہ میں مستقبل کے تباہ کن انتشار اور دین سے اجتماعی بغاوت سے بچنے کے لیے عوام میں دینی روح، طاقت ور ایمان، اخلاقی حس اور اسلامی شعور پیدا کرنے کے لیے بنیادی کام اور ٹھوس منصوبہ بندی کرنی ہوگی۔ لوگوں میں ذہنی انتشار، دینی جماعتوں کے محض سیاسی کردار کی وجہ سے اہل دین سے بے دلی اور بغاوت کے جراثیم کا خاتمہ کرنے کے لیے ان اسباب و محرکات کا مکمل ازالہ، حالات کی عمومی اصلاح اور سیرت و کردار میں تبدیلی کی شدید ضرورت ہے، ملک کی دیگر سیاسی جماعتوں کے وجود سے ابار اور افادیت سے انکار بھی حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ تاہم ان سے وہ لینا ہوگا جو اسلامی نظام اور معاشرہ کے لیے مفید اور اس کے عقیدہ سے ہم آہنگ ہے اور بجائے خود کوئی عملی اور ایجابی افادیت رکھتا ہے اور قوم و ملک کو مضبوط اور مستحکم کرسکتا ہے نیز زندگی کی جدوجہد، اسلامی نظام کے قیام سرفروشی اور دعوت الی اللہ کے مقصد میں مفید ہوسکتا ہے۔

اس وقت بہرحال ملی یکجہتی کونسل کی قیادت اور ملک بھر کی دینی سیادت کو ایک ہی ہدف پر کام کرنا ہوگا اور وہ یہ کہ "ملک میں قیام امن کے لیے اور مسلمانوں کو اپنے عقیدہ اور اسلامی زندگی پر قائم رکھنے کے لیے ایک ایسی ترقی پذیر عادلانہ اسلامی تحریک، اسلامی سوسائٹی اور متحدہ اسلامی پلیٹ فارم تشکیل دیا جائے، جس میں اسلامی طریقہ زندگی کو اپنے عملی اور ثقافتی اظہار اور غور کا پورا موقع مل سکے۔

یا ایہا الناس قد جائکم الحق

شذرات

رمضان المبارک اور مملکت پاکستان کے پچاس سال
فوجی افسروں کی گرفتاری اور ان پر نام نہاد مقدمہ بغاوت
ترکی میں اسلام پسند قوتوں کی برتری

رمضان المبارک اور مملکت خداداد پاکستان کے پچاس سال

الحمدللہ کہ ماہ نامہ الحق کا پرچہ معزز قارئین کو رمضان المبارک کی بابرکت اور پرسعادت ساعتوں میں پہنچ رہا ہے
عظیم الشان مہینہ جس کو سرکار دو عالمؐ نے شہر عظیم اور شہر مبارک قرار دیا ہے جس میں گنبد نیلوفری سے
وں کی بارش ہر سمت ہورہی ہے . خداوند قدوس کی شان کریمی جوش میں ہے اور اس کے دربار مغفرت کے
زے ہر خاص و عام اور ہر صدا و ہر دعا اور ہر سوال اور ہر التجا کے قبول کرنے کے لئے چشم براہ ہیں . مسجدیں
، پاک کی تلاوت کے ترنم ریز صداؤں سے گونج رہی ہیں . ہر سو تجلیات اور انوا ربانی کے جلوے دکھائی دے
ہیں اور ہر ہر نیک عمل پر خداوند کریم اپنی بخششوں اور عطایا کے خزانوں سے اپنے بندوں کو مالامال فرمارہا ہے
ینہ جہاں ہمیں احتساب نفس کے ساتھ ساتھ اصلاح معاشرہ کی دعوت دے رہا ہے ، وہاں اس کے کچھ مزید
، بھی ہیں . یہ مملکت جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے برصغیر کے مسلمانوں کے لئے گویا رمضان المبارک کے مقدس
کا تحفہ ہے اس لئے کہ ــــ

۲۷ رمضان المبارک کی شب کی بابرکت ساعتوں اور جمعۃ الوداع کو مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں
ا اور ۲۷ رمضان ۱۴۱۶ء کو اس کے پورے پچاس سال مکمل ہونے کو ہیں یہ ملک ایک طویل جد وجہد اور
ں قربانیوں کا ثمر ہے . صفحہ ہستی پر دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست معرض وجود میں آئی .
مملکت خداداد پاکستان جن امیدوں ، آرزوؤں ، تمناؤں اور پر فریب وعدوں کے پس منظر میں قائم ہوئی تھی .
ے ہر کوئی واقف ہے کہ اس کے لئے کلمہ کو استعمال کیا گیا ، یعنی پاکستان کا مطلب کیا لاالہ الااللہ . یہ وہ جذباتی
ہے جس کے ساتھ مسلمانوں کا عقیدہ منسلک ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت نے اس نعرے پر لبیک
ئے اسے پاکستان کے حصول کے لئے اساس بنایا . گوکہ وہ لوگ جوکہ اپنی بصیرت کی بناء ایک علیحدہ وطن کے فلسفہ
خلاف رکھتے تھے مگر اس نعرہ اور لاالہ الااللہ کے سامنے مسلمانان برصغیر پروانہ وار جمع ہوئے اور انہوں نے
اسی خاطر عظیم الشان قربانیاں دیں کہ اس نئے ملک میں اسلامی قانون ، نظام خلافت راشدہ اور قرآنی دستور
کا بول بالا ہوگا . بہرحال یہ ایک طویل داستان ہے اور اس کے لئے تحریک پاکستان اور تحریک [illegible] وطن
طلق مواد کا مطالعہ ضروری ہے . مگر بد قسمتی سے جب اس طویل جد وجہد کے بعد پاکستان بنا اور مسلمانان

برصغیر نے آگ اور خون کا دریا عبور کیا۔ اور ان کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہ رہا۔کہ ان کی قربانیاں رنگ لائیں
تو یہ لوگ اپنی جہاد کی بر آوری پر سرشار تھے کہ ہم لیلائے مقصود سے بغلگیر ہوں گے مگر اے بسا آرزو کہ خاک
پاکستان بن گیا۔ مگر نہ اس کا نظام خلافت راشدہ کے موافق، نہ اس کا قانون قانون اسلام سے ہم آہ
اس کا دستور قرآنی دستور حیات بلکہ جو ملک مقدس کلمہ توحید لاالٰہ الااللہ کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ اس
اٹھانے والے اپنی بات سے مکر گئے۔ اور انہوں نے کہنا شروع کیا کہ پاکستان کا مطلب کیا۔ یہ چند جذباتی چھو
نعرہ تھا ورنہ ہم تو مسلمانوں کے لئے ایک ایسی مملکت بنانا چاہتے جہاں وہ معاشی اور اقتصادی طور پر آزاد ہوں

ہم ازل سے سنتے آئے تھے بہت تعریف پر
آکہ جب دنیا میں دیکھا تو یہاں کچھ بھی نہیں

یہاں پر وقتاً فوقتاً نااہل، ناخدا شناس پروردہ مغرب اور طالع آزما سیاستدان سر یر آرائے مسند حکومت
انہوں نے ملی تشخص اور دینی حمیت کا جنازہ اٹھایا۔ یہاں تک کہ تیس سال بعد ملک دولخت ہوا اور اسلامی
بدترین واقعہ پیش آیا کہ پاکستان کا ایک بازو کٹ گیا اور ایک لاکھ کے قریب مسلمانوں کی فوج نے ہزیمت
سجاکر ہندو سورماؤں کی جیلوں میں چلی گئی۔ مسلمانان پاکستان کو یہ روز بد بھی دیکھنا تھا یہ ان شہیدوں،
اور جاں سپاروں کے خون سے غداری کا صلہ ہے جو اس قوم نے ان کے ساتھ کیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اس
کے بعد اس قوم کی چشم غیرت و عبرت واہوتی اور وہ اس سے سبق حاصل کرتے کہ یہ ایک تازیانہ ہے۔
سمجھنے کا وقت ہے۔ ورنہ پھر تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

لیکن جس قوم کا مزاج اور خمیر ہی فاسد ہوچکا ہے۔ اس کے لئے ہزارہا تازیانہ ہائے عبرت بھی بے سود
جبکہ ہماری مملکت کی عمر نصف صدی تک بیت چکی ہے ہمیں بجائے اس کے کہ جشن منائیں، رقص و
محفلیں سجائیں اور لہو و لعب کے سامان آراستہ کریں، زندہ قوموں کی طرح اپنا احتساب اور محاسبہ کرنا چاہ
طویل عرصہ میں ہم کہاں کھڑے ہیں؟

اب کس مقام پر ہوں کہاں سے چلا تھا میں

ہم نے کیا پایا، کیا کھویا، کیا کہا اور کیا کیا۔ ملک و ملت کی حقیقی فلاح کے لئے اس عرصہ میں ہم کن
گامزن ہوئے اور قوم و ملک کی تشکیل و تعمیر ہم نے کن خطوط اور بنیادوں پر اٹھائی۔ کیا اس عرصہ دراز میں
اپنا مقصد آزادی اپنا منشور اور نصب العین حاصل کیا ہے اور کیا ہم حضرت اقبال کے توقعات پر پور
ہیں؟ اور کیا مملکت پاکستان کا موجودہ نقشہ، آپ کی خواب کی تعبیر ہے اور کیا ان پچاس سالوں میں
مطلب کیا لاالٰہ الااللہ کا وعدہ پورا کردیا گیا ہے اور کیا دو قومی نظریہ کی بنیاد پر ہی تقسیم ہونے والا مقص
حاصل کرلیا گیا ہے اور کیا اسی طرح اس ملک میں نظام مصطفیٰ کا عملی نفاذ ہوچکا ہے اور آیا قائد اعظم نے
اٹھاکر یہ اعلان کیا تھا کہ یہ ہمارا دستور ہے، کیا ان تمام سوالات کا جواب آج کسی کے پاس ہے؟

لیکن آج ہم جبکہ اپنی اسی مملکت خداداد پاکستان کی روح فرسا اور دگر گوں حالات دیکھتے ہیں تو کلیجہ
ہے۔ آج اس ملک کو جوکہ شریعت مطہرہ اور دین کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اس کو ایک لادینی اور سیکو

میں تبدیل کرنے کی تیاریاں عروج پر ہیں اور دینی مدارس، شعائر اسلام اور اسلامی تشخص کو ملیامیٹ کرنے کی کوششیں جاری ہیں لیکن زنہار ہم یہ بات آج ان لوگوں پر واضح کردینا چاہتے ہیں کہ یہ ملک علماء اور شمع دین پر مرمٹنے والوں نے آگ اور خون کے دریا کو عبور کرکے حاصل کیا ہے. یہ ملک انشاء اللہ اسلامی انقلاب کا گہوارہ بنے گا اور صحیح معنوں میں اسلام کا قلعہ ثابت ہوگا.

ہزار برق گرے لاکھ آندھیاں اٹھیں
وہ پھول کھل کے رہیں گے جو کھلنے والے ہیں

اور ظلم و جبر لادینیت و ضلالت اور گمراہی کی یہ شب دیجور بہت جلد ختم ہوجائے گی.

اے صبح میرے دیس میں تو آکے رہے گی
روکیں گے تجھے شب کے طرفدار کہاں تک

فوجی افسران کی گرفتاری اور ان پر نام نہاد مقدمہ بغاوت

ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ اس ملک میں ان لوگوں پر بغاوت، شر و فساد اور اسلامی انقلاب کا نام نہاد مقدمہ درج کیا گیا ہے، جو دن رات اس ملک کی سرحدات کے تحفظ میں مصروف رہتے ہیں. ان پر صرف اس لئے یہ نام نہاد اور شرمناک مقدمہ دائر کیا گیا کہ بقول حکمرانوں کے یہ غازیان وطن جن کے سینوں میں اسلام اور شریعت مطہرہ کی تڑپ ہے اور جن کے دل و دماغ پر جہاد اور اللہ کی راہ میں شہادت کے ولولے موجزن ہیں اس ملک میں اسلامی انقلاب برپا کرنا چاہتے تھے اور اس کا عملی اجراء انکا مقصد تھا تو کیا واقعی ان فوجی افسران کا جرم حقیقی جرم تھا اور قابل گردن زدنی تھا؟ قوم کے ہیروز اور اسلام کے سپوتوں کو کس جرات فاسقانہ سے اس حکومت نے پابند سلاسل کیا ہے اور اب ان پر فوجی عدالت اور بند کمرے میں مقدمہ بغاوت چلایا جارہا ہے جو کہ سراسر ناانصافی ہے. چنانچہ اس ظلم کے خلاف جناب ایڈیٹر الحق سنیٹر مولانا سمیع الحق صاحب نے سینٹ میں بھی حسب روایت اس مسئلے پر بھرپور آواز اٹھائی اور مطالبہ کیا کہ ان افسروں پر فوجی عدالت کے بجائے کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے تاکہ عوام اور دنیا کو اس گورکھ دھندہ کی صحیح صورتحال اور اصلی حقیقت معلوم ہو.

ترکی میں اسلام پسند قوتوں کی برتری

پچھلے دنوں ترکی میں عام انتخابات کا انعقاد ہوا اور جسکے نتیجے میں رفاہ پارٹی جو کہ ترکی جیسے سیکولر ملک میں اسلامی انقلاب کی داعی جماعت ہے، نے اکثریتی پارٹی کی حیثیت وہاں پر حاصل کی اور اس کے سربراہ جناب نجم الدین اربکان ہیں اور اس پارٹی نے ۲۱،۳۲ فیصد ووٹ حاصل کئے جوکہ وہاں کے تمام جماعتوں سے زیادہ ہیں یہ کامیابی انتہائی حوصلہ افزا، حیرت انگیز اور موجودہ حالات کے تناظر میں ایک بہت بڑی تبدیلی سمجھی جاتی ہے اور اسلامی ریاستوں میں دینی ذہن کی حامل جماعتوں کے لئے یہ بات بڑی خوشی اور انبساط کی ہے کہ ایک ایسے ملک جس میں ۷۰ سال سے کمال اتاترک کا مسلط کردہ سیکولر ازم رائج ہے، جسکے لئے انہوں خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کیا تھا.

بقول اقبالؒ

چاک کردی ترک ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

ترکی جو جغرافیائی اور محل وقوع کے اعتبار سے یورپ کے شکم بلکہ اس کا گیٹ وے سمجھا جاتا ہے، تو انکا اپنے فطری نظام کی طرف واپسی کا سفر گویا کل شئی یرجع الی اصلہ کے مصداق انتہائی خوش آئند ہے اور وہاں کے اسلام پسند عوام نے امریکا اور دیگر مسلم دشمن سامراجی طاقتوں پر ثابت کر دیا ہے کہ ہم بنیاد پرستی اور دین پر قائم رہنے کو سیکولرزم اور مغرب کے سرمایہ دارانہ سسٹم اور تمہارے کھوکھلے نظاموں پر ترجیح دیتے ہیں اور یہ کہ ہمارا رفاہ پارٹی کو کامیاب کرانا تمہارے اسلام کے خلاف زہریلے پروپیگنڈے کا رد عمل ہے۔

بڑھتا ہے اور ذوق جرم یاں ہر سزا کے بعد

لیکن امریکہ بہادر اور دیگر کرگسان یورپ اس الیکشن کے نتیجے پر انتہائی سیخ پا نظر آتے ہیں اور الجزائر کی طرح یہاں پر بھی یہ لوگ پوری کوشش کرینگے کہ کسی طرح سے یہاں پر بھی اسلام پسند اور راسخ العقیدہ مسلمانوں کی حکومت بننے نہ پائے یہ عجیب منطق ہے کہ جمہوریت اور مساوات کے علمبردار اپنے مزاج و مفاد کے خلاف عوامی رائے کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں تو یہ دوغلہ پن ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

برایں عقل و دانش بباید گریست

کیونکہ اس طرح تو انکے سروں پر پھر وہی اسلام اور مسلمانوں کی تلوار لٹکی نظر آئیگی وہ تو بوسنیا کو یورپ میں برداشت کرنے کے روادار نہ تھے بلکہ وہ تو کہہ رہے تھے کہ تمام دنیا میں ہمارا اسلام کے خلاف جھگڑا چل رہا ہے۔ تعجب ہے مسلم خوابیدہ کیسے جاگ اٹھا ہے اور ان بجھے مردہ انگاروں میں ایمانی حرارت کیسے بھڑک اٹھی لیکن ترکی کے غیور مسلمانوں نے بتادیا

ہری ہے شاخ تمنا ابھی جلی تو نہیں جگر کی آگ دبی ہے مگر بجھی تو نہیں

یہ ہر طرف اسلامی جماعتوں کا مختلف ملکوں میں کامیاب ہونا اور پھر دنیا بھر میں جہاد کے شوق میں فرزندان توحید اور نوجوانان اسلام کا توپ و تفنگ شمشیر اور سنان کی طرف آنا اور چنگ ورباب کو توڑنا شاید اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور دور مسعود کا آغاز ہوچکا ہے

کشمیر، فلسطین، بوسنیا، چچنیا، افغانستان، سوڈان، الجزائر، ترکی، مصر وغیرہ میں اسلامی انقلاب اپنی پوری شان و شوکت سے جلوہ گر ہورہا ہے۔ تاریخ اپنے آپ کو پھر دھرارہی ہے۔ زمانہ نئی کروٹ لے رہا ہے اور فرمان نبویؐ الجہاد ماض الی یوم القیامۃ کا عملی تفسیر پیش کر رہا ہے۔ ہر سمت اسلام کی ابدی صداقتوں کے پرچم بلند ہورہے ہیں۔ مجاہدین کے ترانہ اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے سرزمین، بوسنیا وچچنیا اور کرہ ارض کا چپہ چپہ گونج رہا ہے اور اہل صلیب غم اور خوف و تعصب کی صلیب پر مصلوب اور اہل ہلال (مسلمان) ایمانی چمک سے سرشار و منور۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے

• لاتخافوا ولا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (الآیہ)

(ادارہ)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ

رمضان اللہ کی رحمتوں کا پیغام

محترم بزرگو! رمضان شریف کا مہینہ خوش قسمت لوگوں کے لئے رحمتوں اور مغفرت و بخشش کا پیغام تھا، پیغام کے مطابق جس نے مغفرت خداوندی حاصل کرنے کی سعی کی، اللہ تعالیٰ نے اسے کامیاب کردیا، اور لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ:

تہی دستان قسمت راچہ سو داز رہبر کامل

یاوری نہ کرے تو پیر اور استاد بہت کامل ہو تو کیا ہوتا ہے کہ:

حضراز آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

بدنصیب دریا کے کنارے سے بھی پیاسا آجاتا ہے، مسجد میں بیٹھ کر بھی نماز نہیں پڑھتا، ایسی سخت سردی میں زہ نہیں رکھتا، ایسے شخص کا تو سب کچھ لٹ گیا. حضور نبی کریمؐ کے گھر میں ایمان اور علم کی دولت تقسیم ہوتی ر آج چودہ سو برس بعد بھی خشک قوم کی ان خشک اور ویران پہاڑوں میں بھی لاالٰہ الااللہ کی آواز بلند ہوتی یہ وہی آواز ہے جو حضورؐ نے بلند کی مگر جو بدقسمت تھا ابو جہل اور ابولہب حضورؐ کے گھر کی دیوار اور ے سے ملے ہوئے ہیں، مگر محروم ہیں، ابولہب حضورؐ کے چچا ہیں ایک گھر ہے بیچ میں چھوٹی سی دیوار حائل حضورؐ ایک مرتبہ بوجہ علالت تہجد کے لئے نہ اٹھ سکے، تو ابولہب کی بیوی نے کہا کہ اب ان کا شیطان ان سے یا اس لئے وہ آج نہیں اٹھے. رحمت کا سمندر بہتا رہا، مگر بدقسمت محروم رہے. یہ کسی کی عقل اور سمجھ پر علم اور قوت سے نہیں، اللہ کی رحمت اور اس کے کرم سے ہی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حالت بہتر بنادے اور خاتمہ ایمان پر ہو.

رمضان جیسا رحمتوں کا موج مارنے والا مہینہ آیا اور یہ نادم نہ ہوا نہ اس کی آنکھوں سے نہ آنسو اس کا دل ہے تو یہ علامت ہے شقاوت کی دوسری علامت یہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے منصوبے بناتا ہے، باغ لگانا گلہ، زمین، ٹھیکہ، وزارت اور صدارت کے منصوبے بناتا ہے، اس ادھیڑبن میں رہتا ہے اور حضرت ئ آکر اسے گردن سے پکڑ لیتے ہیں. تیسری علامت بدبختی کی یہ ہے کہ اس کی حرص دن بدن بڑھنے لگ جاتی یا کی حرص اور محبت نے ہمیں تباہ کردیا اور یہ دو چیزیں بے حد خطرناک ہیں.

ہر تقدیر رمضان کے جتنے دن باقی ہیں انہیں غنیمت سمجھ لو، اب بھی موقع ہے، جب قیامت کے دن محروم اور وگ غم کے مارے اپنی انگلیاں کاٹیں گے. یوم یعض الظالم علی یدیہ تو روزہ دار قیامت کے دن عرش ی کے سایہ میں اس نیکی نعمت سے مالامال ہوگا اور حسرت کرنے والوں کو اس حسرت و ارمان کا کوئی فائدہ ملے گا. قیامت کے دن ہر شخص کو حسرت ہوگی. افسوس ہوگا کہ دنیا کی زندگی سے آخرت کے لئے کیوں زیادہ اٹھایا. اس لئے قیامت کو یوم الحسرة کہا گیا ہے. گنہگار اور مجرم حسرت کریں گے اے کاش! پیغمبر کے راستہ

پر کیوں نہ چلے ، فرنگی کا راستہ کیوں اختیار کیا ، مگر نیکوکاروں کو بھی حسرت ہوگی کہ زیادہ نوافل ، زیادہ تلا
زیادہ ختم قرآن کیوں نہ کئے ۔ ہمارے امام ابو حنیفہؒ ۶۱ قرآن مجید پورے ختم کرتے ۔

عشرہ آخرہ اور سحری کا وقت آخری دس دنوں میں خصوصیت سے دو چیزوں کو ملحوظ رکھا جائے ۔ جنمیں ایک
ہے جو اختیاری ہے اور ایک لیلۃ القدر ہے جس کی طلب اور تلاش کرنا ہے ، اور طالب کا حکم بھی کسی
حاصل کرنے والے جیسا ہے کہ یہ بھی اللہ کے ہاں پانے والوں کے زمرہ میں شمار ہوگا ۔ حضرت علیؓ فرما
نبی کریمؐ کی حالت یہ ہوتی کہ ۔ کان یوقظ اھلہ فی العشر الاواخر من رمضان وکل صغیر وکبیر یطیق الصلوٰۃ
قال) حضورؐ اس عشرہ آخیرہ میں اپنے اہل و عیال کو جگاتے تھے اور ہر بڑے چھوٹے کو بھی جو نماز پڑھنے
ہوتے ۔ گویا سات آٹھ سال عمر کے بچوں کو بھی حضورؐ تہجد اور نماز کے لئے جگاتے ۔

ہم سب سحری کے لئے جاگتے ہیں ، بچوں کو کھلانے پلانے کے لئے جگاتے ہیں ، مگر شیطان ہمیں ت
نہیں دیتا ، ایسا قیمتی وقت بے پرواہی میں کھودیتے ہیں ۔ اگر ہم خود بھی دو رکعت پڑھ لیں اور بچوں کو
کرائیں اور دو رکعت ان سے پڑھالیں کہ عادت بن جائے تو کتنی خوش بختی ہوگی ۔ اللہ اور بندہ کے درمیان
حجابات اس وقت اٹھادئے جاتے ہیں مگر ہم کھانے پینے اور ہنسی مذاق میں سارا وقت ضائع کردیتے ہیں ، کہ
چند منٹ کا کام ہے ، چند لقمے لےلو اور اس سنہری وقت سے فائدہ اٹھاؤ ، حضورؐ کی حالت تو یہ تھی کہ وشد
کمر بستہ ہوجاتے تھے اور یہ ایک محاورہ ہے کہ کسی کام کے لئے کمر باندھ لی تو حضورؐ تو سال بھر عبادت
مستعد رہتے مگر ان دنوں تو بالکل جہاد جیسی حالت ہوجاتی ۔ لہٰذا چاہیئے کہ ان دنوں ہم بھی خاص طور سے اہل
کو دین کی طرف راغب کریں ۔ کھانا پینا اور سونا بھی جائز ہے مگر اہم مقصد رغبت دین پیدا کرنا ہے ۔

اعتکاف حضورؐ ان ایام میں اعتکاف فرماتے ۔ وکان یعتکف فی العشر الاواخر من رمضان ۔ اعتکاف کا
چیز کو بند کرنا باندھ لینا اپنے آپ کو مقید اور محبوس کرلینا ہے ۔ اپنی درخواست عاجزانہ شکل میں منوانے
کسی کے در پر پڑھ جانا کہ بارش ہو ، دھوپ ہو ، گرمی سردی ہو تیرے در کا غلام ہوں اس در پر پڑا رہوں
تک میری درخواست قبول نہ ہو ، نہ گھر جاؤں گا نہ اور کوئی دنیا کا کام کروں گا ، روتا ہے ، گڑگڑاتا ہے ، ا
دھرنا مار لیتا ہے ، تو ایسی صورت میں تو سنگ دل سے سنگ دل حاکم بھی اس کی حاجت پوری کردیتا ہے ت
اللہ جیسے رحیم و کریم آقا سے معاملہ ہے اور رمضان جیسا بابرکت مہینہ ہے کہ ہر رات اللہ کی طرف سے
بخشش کے لئے پکارا جاتا ہے کہ اے مجرموں ذرا تو توجہ کرلو معاف کردوں گا ، بخش دوں گا ۔ ذرا سا
مغفرت کا بن جائے تو بخش دیتا ہے ۔ ہر رات اس کی آواز ہوتی ہے کہ اے خیر کے طلب کرنے والو ! ذرا
بڑھو اور کچھ تو دست طلب بڑھادو ، گناہوں سے توبہ کرلو ، دل سے روؤ ۔ اگر آنکھوں میں نمی آجائے یا اللہ
کی حرمت سے مجھے معاف کردے تو وہ بخش دے گا ۔ وہ تو رمضان کی ہر رات دس لاکھ مجرم بخشتا ہے ، ا
رات تو مہینہ بھر کے مجرموں کے برابر ۔ تو جو اللہ کا بندہ گھر بار جائیداد ، دکان ، سامان ، بیوی ، بچے سب کچھ
مسجد میں قیدی کی طرح اعتکاف کی شکل میں مقید ہوگیا تو اس کی بخشش کیسے نہ ہوگی ۔ ؟

اعتکاف یہ ہے کہ ایک شخص پنجگانہ جماعت والی مسجد میں بیسویں رمضان کی شام کو بیٹھ جائے ۔ اگر

ں نماز کے لئے جو کونہ مختص ہو اس میں بیٹھ جائے ، سوائے حاجات انسانی کے اپنی اس قیام گاہ سے نہ نکلے ،
ت ذکر و اذکار ، تلاوت ، نوافل اور نماز میں گزرے . یہ اعتکاف فرض کفایہ کی طرح سنت کفایہ ہے . اگر محلہ یا
ں کسی نے بھی نہ کیا تو سارا گاؤں یا محلہ تارک سنت ہوا . اور کسی نے ادا کیا تو خود بھی اجر و ثواب کا مستحق
سارے محلہ کو بھی گناہ سے بچاکر احسان کیا . افسوس کہ ہم نے اعتکاف جیسی سنت کو عدیم الفرصتی کا بہانہ
ت کردیا . لیکن کتنے لوگوں کو ہم نے دفنایا ، اس وقت مردہ کو دیکھ کر ذرا سوچ لو کہ " بابا کہاں جارہے ہو ،
رصت نہ تھی ، اب تو ہزاروں سال پڑے رہوگے . اب بھی فرصت ہے یا نہیں ؟ یہ سب قبروں والے بڑے
تھے کوئی کام نہیں چھوڑ سکتے تھے ، مگر اب ان کی کیا حالت ہے .

یو ! نہ دنیا ہماری وجہ سے آباد ہے نہ ویران ہے ، قبر میں اکیلے خدا کے ساتھ معاملہ ہوگا ، نئی دوستی تو اس
م نہیں ہو سکتی اور دنیا میں قائم نہ کی تو ہکا بکا رہ جائے گا کہ یا رب اب کیا کروں ؟ تو معتکف سب کچھ چھوڑ
سجد کے کونہ میں بیٹھ گیا ، تو گویا قبر کی زندگی دنیا میں اختیار کی ، محبت اور رابطہ اللہ سے قائم کیا ، نہ مکان نہ
. زمینداری کی فکر نہ دوست احباب کی . تو بعد از مرگ اللہ سے ایسی الفت اور ربط کام آئے گا . پھر اعتکاف
ت اتنی ہے کہ حدیث میں اس کا اجر دو حج اور دو عمروں کے برابر فرمایا گیا ہے قانونی حج تو ہر مسلمان
پر فرض ہے مگر اسے اس عمل سے دو حج اور دو عمروں کا ثواب مل گیا .

لقدر | دوسری چیز آخری دس دنوں میں ہر رات خاص ذوق و شوق سے عبادت کرنا ہے . جس میں لیلۃ
حتمال ہے جو طاق راتوں : ۲۱ ، ۲۳ ، ۲۵ ، ۲۷ ، ۲۹ میں زیادہ متحمل ہے . اللہ تعالیٰ نے اسے خیر من الف شہر
رار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے ، پھر خیر کی بھی کوئی حد نہیں ، علاوہ رمضان کی ساری راتوں میں بھی لیلۃ
حتمال ہے . اگر کوئی اتنا باہمت نہ ہو کہ ہر رات شب خیزی میں گزارے تو حضورؐ نے فرمایا کہ جس شخص
ب و عشاء اور صبح کی نماز باجماعت چھوٹنے نہ پائے . مغرب کی اذان اور افطار کے بعد گھر میں نہیں پڑھنی چاہیئے
نے فرمایا : لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد . مسجد کے پڑوسی کی فرض نماز صرف مسجد ہی میں ہوتی ہے .
کے لئے بھی چاہیئے کہ رمضان میں اذان کے بعد قدرے توقف کرے اور مقتدیوں پر مسجد پہنچنا لازم ہے .
دو چار گھنٹے بھی رات ہی کا حصہ ہیں . تو خاص دعاؤں کا لحاظ رکھا جائے . رمضان میں تیسری چیز تجد کو ملحوظ
جس کا خاص اہتمام ہونا چاہیئے . اگر گالی گلوچ اور دیگر منہیات میں مشغول رہیں تو یہ روزہ کی ایک بدبودار
. چاہیئے کہ اس میں لعلکم تتقون . تقویٰ اور پرہیزگاری کی روح آجائے صبح سے شام تک زبان کو قابو رکھو
د ، بغض ، کینہ ، عنا ترک کردو . کسی کا حق نہ مارو ، اپنی نظریں نیچی رکھو ، اپنے کانوں کو فلمی گانوں سے
، رہو . اس لئے کہ نامحرم عورتوں کی آواز سننا حرام ہے . اپنے اعضاء و جوارح کو گناہوں سے بچاتے رہو ،
سکے تقویٰ اور پرہیزگاری کا جذبہ پیدا کرو ، یہی روزہ کامیاب ہوگا جس پر اجر و ثواب بھی مرتب ہوگا .

ہ تراویح | تراویح میں کم از کم ایک دفعہ ختم کرنا سنت ہے اب تک مسلمانوں میں حضورؐ کی یہ سنت رائج
ں کا مقصد قرآن مجید کا سننا اور اس پر عمل کرانا ہے جسے خدا زیادہ ہمت دے تو اور بھی بڑی نعمت ہے
اری کمی کیجئے کہ شیطان پہلے تو نیکی کی راہ میں روڑے اٹکاتا ہے اور اگر شروع کردیں تو جلدی اور عجلت

رانا ہے نہ جلدی ٹھوکر لگاؤ یا جیسا کہ مرغی ٹونگا لگاتی ہے اور ہمیں تلاش ہوتی ہے ایسے حافظ کی جو پندرہ بیر
میں ساری پڑھادے، جتنا بھی خیبر میل گاڑی کی طرح تیز دوڑ سکے وہی اچھا حافظ، گویا تیز رفتاری اور ترقی کا زما
ہم تراویح میں کیوں تیز رفتار نہ بنیں. تو بھائیو! یہ بہت غلط بات ہے. تراویح میں جتنا زیادہ وقت لگ جائے
اجر ہے اور جتنا بھی صحیح تلفظ ہو، حروف کی تصحیح ہو کہ مقتدی کی سمجھ میں آسکے. اتنا ہی اجر زیادہ ملے گا، شیطا
وسوسوں کی وجہ سے اپنی نیکی برباد نہ کرو، شیطان کبھی یہ روڑا اٹکاتا ہے. منکرین حدیث وغیرہ کے ذریعہ
مطلب سمجھے ہوئے تلاوت اور اس کے سننے کا کیا فائدہ، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم نازل اس لئے کیا کہ ہم
پڑھیں، حفاظ سے سنیں اور اس کو سیکھ کر اس پر عمل کریں.

موجودہ تعلیم حضورؐ نے فرمایا: جس پیٹ دماغ اور جس روح میں قرآن نہ ہو تو وہ پیپ اور خون سے بھ
اچھا ہے. فلمی گانوں اور اشعار سے تو دماغ بھرا ہو قسم قسم کے اشعار اور گانے مرد اور خواتین حیوانات کی
اور نقلیں چھوٹے چھوٹے بچوں کو یاد ہوں اور اس میں انہماک اتنا توغل اور ذوق و شوق ہو کہ شعر خواہ مہمل
کا کیوں نہ ہو بڑے چھوٹوں کو یاد ہوں اور قرآن کے تلفظ تک سے محروم رہیں اور پہلے تو کچھ نہ کچھ تھا، ا
بدقسمتی سے سب کچھ چلا گیا. کاش ہم سمجھتے کہ اس قوم کی ترقی اور صحیح تعلیم و تربیت دین ہی سے ہوسکتی ہے
موجودہ تعلیم سے یہ مقصد حاصل ہوسکتا تو واللہ اس سے بڑھ کر خوشی کی اور کیا بات ہوتی مگر یہ تعلیم تو دیں
لئے نہیں بلکہ عیسائیت، قادیانیت اور پرویزیت کے لئے ہے، اس لئے نہیں کہ اللہ اور اس کے رسولؐ
سیکھیں بلکہ دین کی جڑیں کیسے کاٹیں گے، سرخ گورا کیسے بنیں گے، کھڑے ہوکر پیشاب کیسے کریں گے، کوٹ
کیسے پہنیں گے. یہ تعلیم تعلیم کی جو رٹ لگائی جارہی ہے اس کی تہ میں گورا اور فرنگی بیٹھا ہوا ہے اس تعلیم نے
اور عورتوں کو ننگا کردیا، سڑکوں اور محفلوں میں نچوایا، یہ بے حیائی ثمرہ تھا اس تعلیم کا کیا اس تعلیم پر ہم
ہوں گے. اس پر تو ہم روتے ہیں اور جب روتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ ملا ترقی میں رکاوٹ بنتا ہے. ارے ظالمو
کرنا ہے تو خود کرو، اپنی بہن بیٹی کو نچواؤ، پوری قوم اور پوری رعایا کو کیوں زانی اور ڈانسر بناتے ہو، اگر یہ
دین اور اچھے اخلاق کے لئے ہوتی تو کونسا مسلمان اس پر خوش نہ ہوتا، مگر یہ تعلیم تو ڈانس کے لئے ہے، اور پ
انگریز اور میم بنو، رقص و سرور اور عیاشی سیکھو. ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں سکول سے آکر
اللہ اور اس کے دین کی بات کے بجائے بلی کتا کی رٹ لگاتی ہیں اور جب بڑی ہوتی ہیں تو مشترکہ ڈانس اور کلچر سکھا
ہے. اس صورت میں قرآن کی تعلیم پڑھنے پڑھانے اور سننے کی کیا صورت ہو.

روزے کا مقصد روزہ اور قرآن رمضان کے تیس دن ہماری ٹریننگ اور عملی تربیت کے دن ہیں،
طرح فوجی تربیت ہوا کرتی ہے. اسے لڑائی کے لئے جنگلوں اور میدانوں میں رکھا جاتا ہے، بھوک اور پیاس
عادت ڈالی جاتی ہے اس طرح جب رات کو ہم نے پارہ سوا پارہ قرآن مجید سن لیا جس میں کچھ اوامر ہیں کچھ
ہیں تو اب ہم دن کو اپنی خواہش اور ھویٰ کو اپنے قابو میں رکھیں گے. خدا کے حکم کے مقابلہ میں اپنی خواہش
پیچھے نہیں جائیں گے بلکہ اس کی عملاً تعمیل کریں گے. خدا کا حکم ہے کہ مت کھاؤ، مت پیو، جی چاہے گا مگر ہم
جائیں گے، دن بھر رات کی تراویح کا سبق دہرایا جارہا ہے اور مقصد یہ ہے کہ عمر بھر اللہ کے احکام کی اس

تعمیل کرنی ہے جیسے رمضان میں اور قرآن کریم پر اس طرح عمل پیرا ہونا ہے ، اس لئے قرآن مجید اور رمضان کا باہمی گہرا تعلق ہے ۔ اسی مہینہ میں قرآن اتارا گیا اور اسی مہینہ میں ہر سال دہرایا جاتا رہا ۔ اور یہ سننا صرف سننا نہ ہو بلکہ ایک مسئلہ کو سننا اور اس پر عمل کرکے دکھاتا ہے ۔

حضرت عثمانؓ کا کردار صحابہؓ نے ایسا دکھایا ۔ مثلاً اسلام کا ایک مسئلہ ہے کہ اپنی ذات کے لئے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچاؤ ۔ حضرت عثمانؓ حضورؐ کے داماد ذوالنورین ہیں ۔ خلیفہ ثالث ہیں ، ساری اسلامی سلطنت پر حکومت ہے ، دشمنوں نے محاصرہ کیا ، فوج ، پولیس اور ذاتی غلام بے شمار موجود ہیں ۔ ایک اشارہ ہوجاتا یا کم از کم لوگوں کو روکتے نہ تو دشمن کا منٹوں میں صفایا ہوجاتا مگر آخر تک لوگوں کو باغیوں پر اسلحہ اٹھانے سے منع کیا کہ اپنی ذات کے لئے اور حکومت قائم رکھنے کے لئے کسی کا خون نہیں بہاؤں گا ۔ گھر کے ارد گرد اپنے ذاتی غلام ہیں ۔ انہیں یہ کہہ کر آزادی کا موقع دیا کہ جس نے اپنا اسلحہ اتار کر رکھدیا وہ آزاد ہوگیا ، اور حکم دیا کہ میرے مخالفین پر تلوار نہ اٹھائی جائے ، یہاں تک کہ شہادت سے سرفراز ہوئے ۔ مگر قرآن کی تعلیم انما المؤمنون اخوۃ پر عمل پیرا رہے کہ ذاتی وقار کے لئے کسی کو ایذا نہیں پہنچاؤں گا ۔ الغرض رمضان میں ہم سب طالب العلم ہیں ، جتنا قرآن رات کو سنتے ہیں اس کا خلاصہ اور اجمال یہی ہے کہ خدا کے حکم پر عمل کرنا ہے ۔ روزہ اس کی عملی تربیت ہے ۔

روزے کی روح جس کے بغیر روزہ بے روح لاش رہ جاتا ہے ۔ انسان کی صورت اچھی ہو بڑی شان و شوکت والا ہو مگر جب روح نہ ہو تو مسلمان اسے دفن اور ہندو اسے جلادیتے ہیں یا دریا میں پھینک دیتے ہیں کیونکہ روح نہیں تو انسان بھی نہیں ۔ اگر اس بلا روح لاشے کو ہم رکھیں گے تو تعفن اور بدبو پھیلے گی ۔ اسی طرح یاد رکھیئے کہ اعمال کی بھی ایک روح ہے اور ایک صورت ۔ تو صورت صبح صادق سے مغرب تک تین چیزوں سے پرہیز کا نام ہے ، اور اس کی روح یہ ہے کہ ہم میں تقویٰ کی صلاحیت پیدا ہو ۔ روزہ جہاد کی عملی تیاری ہے ۔ بھوکوں پیاسوں کی مدد کرنے کا احساس روزہ دلاتا ہے ۔ روزہ ہمیں حرام سے بچنے کی تلقین کرتا ہے ۔ روزہ ضبط نفس کا سبق دیتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں برائیوں سے بچنے اور نیکیوں کے قریب ہونے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

معذرت رمضان المبارک کی مناسبت سے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ کی تقریر بجائے "سفر علم و آگہی" رکھی گئی ہے ۔ انشاء اللہ آئندہ شمارے میں قارئین ملاحظہ فرمائیں گے ۔

(ادارہ)

مچھروں سے مکمل نجات حاصل کیجئے
ویپ
ماسکیٹو میٹ
Vape mat
FUMAKILLA
FUMAKILLA
Vape mat.f
ELECTRONIC
MOSQUITO
DESTROYER

جناب ابوسفیان اصلاحی صاحب

اُردو میں قرآنی مطبوعات، کتابیات

علم وتحقیق کی دنیا میں اشاریات، کتابیات اور فہارس اعلام واماکن کی غیر معمولی اہمیت ہے اور اب یہ
فقین کے لیے ایک ایسی بنیادی ضرورت کی حیثیت اختیار کر چکی ہے ۔جس سے صرف نظر کرنا ممکن نہیں رہا ۔
لمی وتحقیقی کاموں کے لیے ان کی ناگزیر ضرورت واہمیت کا احساس سب سے پہلے مسلمانوں ہی نے کیا اور اس
یدان میں بڑی گراں قدر خدمات انجام دیں ۔جس کے لیے دنیائے علم ودانش ہمیشہ ان کی مرہونِ منت رہے
، موجودہ دَور میں اہل مغرب نے اس کی طرف بہت توجہ دی ہے اور اسے ترقی کی ان بلندیوں تک پہنچا دیا ہے
س کا کچھ دنوں پہلے تصور بھی ممکن نہیں تھا اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے ۔کتابیات سے ایک بنیادی فائدہ تو یہ ہے
بہت سی علمی اور تحقیقی کاوشیں جو امتداد زمانہ کے باعث اہل علم کی نظروں سے اوجھل ہو چکی ہیں وہ دوبارہ
نظر میں آجاتی ہیں اور اس طرح ان سے استفادہ کی راہ آسان ہو جاتی ہے نیز بہت سے غیر معروف مصنفین کی
لمی خدمات سے اہل علم ودانش کو متعارف ہونے کا موقع ملتا ہے اور ان تک رسائی کی سبیل پیدا ہو جاتی ہے
س کے علاوہ خصوصاً اس عہد میں جب کہ قافلۂ علم ودانش کی رفتارِ تحقیق غیر معمولی حد تک تیز ہو چکی ہے ۔
سی خاص میدان میں کام کرنے والوں کے لیے یہ معلوم کرنا کہ اس مخصوص موضوع پر کیا کچھ کام ہو چکا ہے اور کہاں
ہاں کیا کام ہو رہا ہے ایسا ہفت خواں ہے جس کا سر کرنا کتابیات کی رہنمائی کے بغیر ممکن نہیں ۔مختلف موضوعات
ر معیاری کتابیات کی تیاری نے محققین کو اب اس کوہ کنی سے بچا لیا ہے اور ان کے کام کو بہت کچھ آسان
بنا دیا ہے ۔

مسلمان خود اپنی قائم کی ہوئی اس روایت کو بڑی حد تک بھول چکے تھے شکر کا مقام ہے جو علمی بیداری گذشتہ
بند سالوں میں عالم اسلام کے مختلف حصّوں میں محسوس کی جا رہی ہے اس کے زیر اثر بہت سے دوسرے
وضوعات کے ساتھ ساتھ کتابیات کی تیاری کی طرف بھی توجہ ہوئی ہے اور اس کے خاطر خواہ نتائج سامنے
رہے ہیں ۔

مسلمانوں کی مذہبی اور علمی زندگی میں قرآن کریم کو جو مقام حاصل رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں ۔یہی وجہ

ہے کہ تاریخ کے ہر دور میں اس مقدس کتاب پر تفکر و تدبر اور اس کے مختلف پہلوؤں پر تصنیف و تالیف کا
اہتمام کیا گیا اور جس قدر بے شمار ارباب علم وفن نے اپنی زندگیاں اس کام کے لیے وقف کر دیں اس کی کوئی
نہیں۔ اس کے نتیجے میں علوم قرآن پر ایسا عظیم الشان علمی و تحقیقی سرمایہ معرض وجود میں آیا جس کی نظیر علمی
میں ملنی ممکن نہیں۔ اس سلسلہ میں یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ اس عظیم علمی و تحقیقی ورثہ کی کوئی
کتابیات ابھی تک تیار نہیں ہو سکی ہے جس سے اس کی کیفیت و کمیت کا مکمل اور صحیح اندازہ لگایا جا سکے او
سے استفادہ کی راہ ہموار ہو سکے۔ ایسا تو نہیں ہے کہ اس میدان میں کوئی کام ہی نہیں ہوا ہے۔ اس کام کی
ہوئی ضرورت و اہمیت کے پیش نظر گذشتہ دنوں میں اس قسم کی متعدد کتابیں منظر عام پر آئی ہیں جو کسی
کو کچھ پورا کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر معجم مصنفات القرآن (مرتبہ علی شواخ اسحاق۔ چار جلدوں میں) قرآنی ترا
عالمی ببلوگرافی (مرتبین: عصمت بنارک اور ہیلٹ اِرن) جائزہ تراجم قرآن (مرتبین: محمد سالم قاسمی،
عبدالرؤف علی، سید محبوب رضوی) قرآن کریم کے اردو تراجم (مرتبہ احمد خاں) قرآن حکیم کے اردو تراجم (م
صالحہ عبدالحکیم) قرآن کے اردو تراجم مع مختصر تاریخ القرآن (مرتبہ جمیل نقوی) مسلم ورلڈ بک ریویو کے شمار
خصوصاً اس کے ضمیمے اور قرآن نمبر (۷/۴، ۱۹۸۷ء) اور مجلہ علوم القرآن میں بالاقساط شائع ہونے والا قر
مضامین کا اشاریہ (مرتبہ ابو سفیان اصلاحی بہ علوم القرآن: ۱/۲،۲/۱،۲/۱،۳/۲،۱/۲،۴/۱) وغیرہ کا تذکرہ کیا جا

اردو زبان کو یہ فخر حاصل ہے کہ عربی کے بعد قرآن مجید اور علوم قرآن پر سب سے زیادہ کام اسی زبا
ہوا ہے۔ اردو میں قرآن کریم کے تراجم و تفاسیر اور مخطوطات کی متعدد فہرستیں اور کتابیات شائع ہو چکی ہیں
ابھی تک علوم قرآن سے متعلق مطبوعہ کتابوں کی کوئی فہرست مرتب نہیں ہو سکی ہے۔ اگرچہ قرآنیات پر کام کر
والوں کے لیے اس قسم کی کتابیات کی اہمیت ناقابل بیان ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر بہت دنوں سے
علوم القرآن کے اراکین اس بات کی شدید ضرورت محسوس کر رہے تھے کہ اردو میں قرآنیات کے موضوع پر
ہونے والی کتب کی ایک مستند کتابیات تیار کی جائے۔ زیر نظر کتابیات اسی ضرورت اور خواہش کی تکمیل کی
صورت ہے۔

اس کتابیات کی تیاری میں ہند و پاک کی مختلف اہم لائبریریوں میں موجود مواد کا جائزہ لیا گیا ہے نیز
اسلامیہ نمبر ا (کراچی انجمن فروغ و ترقی کتب خانہ جات ۱۹۸۵ء) اور نمبر ۳ (اسلامک ڈاکومینٹیشن وانفارمیشن
کراچی ۱۹۸۵ء) کتابیات سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم (مرتبہ ڈاکٹر حافظ عبدالرحمن کراچی ۱۹۸۸ء) کتابیا
قرآن اور علوم قرآن (مرتبہ ڈاکٹر حافظ عبدالرحمان کراچی ۱۹۹۱ء) کراچی کے مختلف کتب خانوں کی فہارس (
انفارمیشن سینٹر، کراچی) اور قاموس کتب اردو (جلد اول، انجمن ترقی اردو، کراچی ۱۹۶۱ء) بھی پیش نظر رہی

کسی بھی کتابیات کے بارے میں یہ دعویٰ تو نہیں کیا جاسکتا ہے کہ وہ بہمہ وجوہ مکمل ہے ۔ یہی بات اس کتابیات کے بارے میں بھی صادق آتی ہے ، اپنی تمام تر خواہش اور کوشش کے باوجود اس کتابیات کے بارے میں بھی یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ یہ اُردو میں شائع ہونے والی جملہ قرآنی مطبوعات کو حاوی ہے ۔ خصوصاً ہندو پاک اور بنگلہ دیش کے بہت سے کتب خانوں تک رسائی کی صورت ابھی تک نہیں ہو سکی ہے ۔ قرآنیات سے شغف رکھنے والوں سے التماس ہے کہ اس میں جو کمی محسوس ہو ، اس سے مطلع فرمائیں تاکہ اس نقص کی تلافی کی جاسکے ۔ ہم اس کے لیے ان کے صمیم قلب سے مشکور ہوں گے ۔

یہ کتابیات موضوعاتی ہے اور ہر موضوع کے ضمن میں مطبوعہ کتب کو حروف تہجی کے اعتبار سے درج کیا گیا ہے یہ کتابیات درج ذیل موضوعات پر مشتمل ہے ۔

۱ ۔ قرآنی اشاریے ۔ ۲ ۔ اصول تفسیر ۔ ۳ ۔ اعجاز قرآن ۔ ۴ ۔ تاریخ نزول و تدوین قرآن کریم ۔ ۵ ۔ تحقیقات قرآنیات (۶) تعلیمات قرآنی ۔ ۷ ۔ تفسیر و تاویل ۔ ۸ ۔ فقہ القرآن ۔ ۹ ۔ قرآن کریم اور تاریخ عالم ۔ ۱۰ ۔ قرآن کریم اور تجوید ۔ ۱۱ ۔ قرآن کریم اور دعا ۔ ۱۲ ۔ قرآن کریم اور دیگر آسمانی کتب ۔ ۱۳ ۔ قرآن کریم اور سائنس ۔ ۱۴ ۔ قرآن کریم اور سنتِ رسول ۔ ۱۵ ۔ قرآن کریم اور عربی ادب ۔ ۱۶ ۔ قرآن کریم اور معترضین ۔ ۱۷ ۔ قرآن کریم کے فضائل ۔ ۱۸ ۔ مطالعۂ قرآن کریم مفردات قرآن کریم ۔ ۱۹ ۔ وحی اور قرآن کریم ۔ کتابیات کی پیشِ نظر قسط اول میں صرف اولین چار موضوعات کے تحت ضروری معلومات فراہم کی جارہی ہیں ۔

اس کتابیات میں بہت سی ایسی کتب شامل ہیں جن کے بارے میں پوری تفصیلات دستیاب نہیں ہو سکی ہیں ۔ ایسا اس لیے ہے کہ یہ معلومات کتب خانوں کے علاوہ مختلف اشتہارات اور ناشرین کی کتب فہارس سے حاصل ہوئی ہیں ۔ اور اس کے علاوہ خود بہت سی کتابوں میں بھی پوری تفصیلات نہیں دی گئی ہیں ۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ قرآنیات کے شائقین اس سلسلہ میں تعاون سے دریغ نہیں کریں گے ۔

اس کتابیات میں مندرجہ کتابوں کے بارے میں تفصیلات اس طور پر دی گئی ہیں ۔

۱ ۔ عنوان ۔ ۲ ۔ مصنف / مرتب / مترجم ۔ ۳ ۔ ایڈیشن ۔ ۴ ۔ مطبع و ناشر ۔ ۵ ۔ مقام اشاعت ۔ ۶ ۔ سن اشاعت ۔ ۷ ۔ جلد ۔ ۸ ۔ صفحات ۔

قرآنی اشاریے

آئینۂ قرآن (فہرست مضامین مع تخریج آیات) عبدالقادر ۔ لودھیانہ ۱۸۸۱ء ۔ ص ۱۵۱

اشاریہ تفسیر ماجدی ۔ نذیر احمد ۔ مسلم اکادمی لاہور (بدون تاریخ) ص ۴۴

افادات قرآنی ۔ محمد زبیر ۔ ایجوکیشنل پریس ، کراچی ۔ ۱۹۷۹ء ، ص ۱۳۲

الفاظ القرآن مسمی بہ نجوم الفرقان ۔ چراغ الدین ۔ اسلام اسٹیم پریس ، لاہور ۔ ۱۳۲۱ھ ص ۴۷ ۔

انڈکس قرآنی، کتاب الاخلاق۔ معصوم علی ادارہ تعلیم انسانیت، کراچی ۱۳۷۸ھ ص ۵۷۱
انڈکس کلام اللہ۔ مقبول حسین۔ دہلی۔
بنگلہ دیش میں علوم قرآنیہ کے غیر مطبوعہ مخطوطات، (فارسی و عربی) خدا بخش اورنٹیل لائبریری ۱۹۸۹ء ص
پاکستان میں علوم قرآنیہ کے غیر مطبوعہ مخطوطات (فارسی و عربی) خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری ۱۹۸۹ء ص ۱۶
تبویب القرآن لضبط مضامین الفرقان۔ وحید الزماں۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور (بدون تاریخ) ص ۱۰۰
تخریج الآیات۔ ملا مصطفی۔ مطبع جعفری لکھنؤ (بدون تاریخ) ص ۱۹۸
تفصیل البیان فی مقاصد القرآن۔ ممتاز علی۔ دارالاشاعت۔ لاہور۔ ۱۳۴۸ھ۔ ۱۹۲/۱
تفصیل البیان فی مقاصد القرآن۔ ممتاز علی۔ دارالاشاعت۔ لاہور ۱۳۴۸ھ ۱۶۰/۲
تفہیم القرآن کا تعلیمی انڈکس (ادارہ تحقیق و تعلیم جامعہ پنجاب۔ لاہور ۱۹۶۹ء چھ جلدیں۔
تقویم القرآن۔ سلطان یار جنگ (مترجم مقبول احمد) دارالطبع سرکار عالی۔ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۲۵۶ھ ص ۱۲
تکمیل انسانیت آیات قرآنی کی روشنی میں۔ کرنل افضل کیانی۔ اشاعت اوّل ۱۹۷۹ء ص ۲۶۴
جائزہ تراجم قرآنی۔ محمد سالم قاسمی۔ سید عبدالرؤف علی۔ سید محبوب رضوی۔ طبع اوّل مجلس معارف القرآن،
دارالعلوم دیوبند۔ ۱۹۶۸ء۔ ص ۱۸۸
جہانگیری قرآنی اشاریہ۔ سرور حسین خاں قادری۔ مکتبہ اشاعت تعلیمات القرآن۔ کراچی ۱۹۶۲ء ص ۱۴۔
خدا بخش لائبریری میں علوم قرآنیہ کے مخطوطات (فارسی و عربی) خدا بخش اورنٹیل پبلک لائبریری، پٹنہ ۱۹۸۹ء ص ۲۶
ڈکشنری مضامین القرآن۔ شوکت علی فہمی۔ دین و دنیا پبلشنگ کمپنی۔ دہلی۔ ۱۹۵۱ء ص ۳۲۰
صحیفۂ حیات (قرآن اور انسان) عبدالرشید ارشد۔ باراوّل۔ کاروانِ ادب، ملتان صدر ۱۹۸۷ء ص ۲۸۰
علم القرآن المشہور مطالب القرآن، اکبر علی، رزاقی مشین پریس، حیدر آباد، ۱۳۳۱ھ ص ۲۲۹ فہرست
قرآن۔ محمد یوسف۔
فہرست مسلسل مضامین قرآن مجید۔ نظام الدین حسن نوتنوی۔ نولکشور، لکھنؤ، ۱۹۰۷ء ص ۲۱۳
فہرست مضامین القرآن۔ احساس عباسی گورکھپوری۔ مطبع حکیم برہم۔ گورکھپور۔ ۱۹۳۰ء ص ۲
فہرست مضامین القرآن۔ محمد عبدالحی، مکتبہ الحسنات رامپور ۱۹۶۶ء ص ۱۴۳
قرآن حکیم کے اردو تراجم، صالحہ عبدالحکیم، شرف الدین الکتبیہ بمبئی ۱۹۸۴ء ص ۶۳۵
قرآنک ایڈو اسس۔ پکتھال، تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی، رامپور، ڈھاکہ (بدون تاریخ) ص ۱۵۵
قرآن کا دائمی منشور (تفسیر موضوعی) آیۃ اللہ استاد جعفر سبحانی (مترجم سید صفدر حسین نجفی) مصباح القرآن

ٹرسٹ۔ باراول ۱۴۱۰ھ ص ۱۱۴
قرآن کا تعلیمی اشاریہ بحوالہ تفہیم القرآن، ریاض انجم، میٹروپرنٹرز، لاہور ۱۹۸۶ء ص ۲۰۳
قرآن کریم کے اردو تراجم (کتابیات) احمد خان طبع اول مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۷۰ء ص ۲۹۶
قرآن مجید اور مروجہ اسلام، کریم بخش، طبع اول ادارہ فکر اسلامی کراچی ۱۹۸۰ء ص ۴۶۲
قرآن مجید کے اردو تراجم مع مختصر تاریخ القرآن و تراجم القرآن، جمیل نقوی باراول ادب نما کراچی (بدون تاریخ) ص ۷۲
کلید خزائن قرآنی کاظم بیگ کارخانہ وطن لاہور ۱۹۰۶ء ص ۶۷۱
کلید قرآن فضل رسول فتح پوری ابوالعلائی پریس آگرہ ۱۹۲۵ء ص ۱۴۰
کلید قرآن مع خلاصۂ صرف و نحو محمد مظہر الدین ملتانی، بیت القرآنی (بدون تاریخ) ص ۳۰۴
کلید قرآن نوشتہ انیس احمد مطبع انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ ۱۳۳۴ھ ص ۱۱۶
شمولات قرآن عظیم۔ محمد نواز ملک ادارہ فکر فروغ قرآن، راولپنڈی ۱۹۹۱ء ص ۹۵۲
مصباح القرآن۔ محمد نصیب دی چلڈرن قرآن سوسائٹی، لاہور ۱۳۶۲ھ ص ۱۰۴
مصباح القرآن۔ غلام رسول سورتی تاجر کتب بمبئی۔
مضامین قرآن۔ محمد سلیم الدین شمسی، مکتبہ روحی کراچی (بدون تاریخ) ص ۲۲۲
مضامین القرآن، سید محمد جعفر فرید سلفی، سلفی اکیڈمی دربھنگہ بہادر (بدون تاریخ) ص ۱۲۷
مضامین القرآن۔ محمد حسین پالوا۔ پالوا برادرس۔ کراچی ۱۳۸۰ھ۔ (دو جلدیں)
مضامین القرآن۔ مہر محمد حسین۔ اسلامک پبلی کیشنز۔ لاہور ۱۹۸۰ء ص ۸۶۸
مضامین قرآن حکیم۔ زاہد ملک۔ مطبوعات حرمت راولپنڈی ۱۹۸۰ء ص ۶۹۹
مضامین قرآن حکیم۔ ابوظفر زین باراول غضنفر اکیڈمی پاکستان کراچی ۱۹۸۳ء ص ۴۷۴
مضامین قرآن مجید کی فہرست۔ محمد شفیع انجمن حمایت اسلام۔ لاہور (بدون تاریخ) ص ۶۳
مضامین القرآن مسمی بہ تسہیل القرآن۔ پالوا برادرس کراچی۔ ۱۹۶۵ء ص
مطالب الفرقان، غلام محمد مہدی، منظہر العجائب۔ مدارس ۱۲۸۱ھ ص ۳۴
معلومات قرآن۔ عثمان غنی طاہر۔ الجبر پبلی کیشنز ۱۹۸۰ء ص ۱۲۰
مفتاح القرآن۔ رفیق عبدالمجید۔ مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۲ھ ص ۲۴
مفتاح القرآن۔ مرزا قلیچ بیگ۔ خادم التعلیم پریس۔ لاہور ۱۳۲۰ھ ص ۱۴۰

موضوعات قرآن اور انسانی زندگی۔ عبدالوحید۔ بار اوّل ادارہ تحقیقات اسلامی۔ اسلام آباد پاکستان ۱۹۸۶ء ص ۲۵۴
موضوعات قرآنی۔ عرفان خلیلی۔ بار اوّل۔ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۱۹۸۵ء ص ۵۳۳
میزان الایمان من آیات القرآن۔ مرزا یوسف حسین۔ بار اوّل۔ نامی پریس، لاہور ۱۹۷۸ء ص ۴۸۷
نجوم الفرقان لتخریج آیات القرآن۔ اصطفا بن محمد سعید۔ مطبع محمدی۔ لکھنؤ (بدون تاریخ) ص ۲۰۲
نجوم الفرقان (قرآن مجید کے جملہ الفاظ کی ایک مکمل فہرست) فلوگل۔ فیض بخش ایجنسی۔ ۱۹۰۷ء ص ۴۴۶
نجوم الفرقان لتخریج آیات القرآن الجدید۔ فقیر اللہ مطبع اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور (بدون تاریخ) ص ۲۷۴
ہندوستان میں علوم قرآنیہ کے غیر مطبوعہ مخطوطات (فارسی و عربی) خدابخش اورنٹیل پبلک لائبریری پٹنہ ۱۹۸۹ء ص ۵۴۔
آثار القرآن۔ بشیر احمد خاور۔ مکتبہ رشیدیہ لاہور ۱۲۸۸ھ ص ۱۳۳
آئینہ تفسیر (تشریح الفوز الکبیر) محمد ناظم عظیم بک ڈپو، جامع مسجد، دیوبند (بدون تاریخ) ص ۲۶۴
اصلاح ترجمہ مرزا حیرت۔ محمد عبدالمجید۔ مطبع مجیدی، کانپور (بدون تاریخ) ص ۱۵
اصول تفسیر۔ ابن تیمیہ (مترجم عبدالرزاق ملیح آبادی) مع حواشی مفیدہ از محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱۹۶۳ء ص ۱۱۲
اصلاح ترجمۂ دہلویہ محمد یحییٰ۔ مطبع بلالی، ساڈھورہ (بدون تاریخ) ص ۵۶
اصول تفسیر امام ابن تیمیہ (مترجم مولانا خالد) فردوس پبلی کیشنز۔ دہلی ۱۹۸۲ء ص ۹۵
اصول حدیث، اصول تفسیر، اصول فقہ۔ محمد منور علی۔ مطبع اکابر المطابع بہرائچ ۱۹۲۶ء ص
تحریر فی اصول التفسیر۔ سید احمد خان۔ مفید عام آگرہ ۱۸۹۴ء ص ۹۲
التحریر فی اصول التفسیر۔ محمد مالک۔ قرآن محل کراچی ۱۳۸۲ھ ص ۴۰
تنقید متین۔ ابو الزاہد محمد سرفراز۔ اشرف پریس، لاہور ۱۹۶۷ء ص ۲۲۴

ریاض التفسیر: متن قرآن: اصول تفسیر و تاریخ تفسیر محمد سرور۔ ملک نظیر احمد لاہور ۱۹۶۸ء ص ۶۴
علوم القرآن اور اصول تفسیر۔ محمد تقی عثمانی۔ مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۳۹۶ھ ص ۵۱۰
عقد القرآن۔ محمود علی۔ صدیق بک ڈپو لکھنؤ ۱۹۳۹ء ص ۲۸۴
فن تفسیر۔ مرزا عزیز فیضانی دارا پوری اشہر بلڈنگ لاہور ۱۹۳۹ء ص ۳۰۰
فوائد در فوائد آگاہ محمد باقر شافعی، قادری ایلوری ۱۲۱۷ھ ص ۲۱۲

الفوز الکبیر فی اصول التفسیر۔ شاہ ولی اللہ (مترجم سید محمد مہدی الحسنی وحبیب الرحمن صدیقی) قرآن محل، کراچی ۱۳۸۳ھ ص ۸۵۔

قرآن کریم کا مقدمہ۔ عبداللہ مدنی ۱۳۶۸ھ ص ۸۵

کشاف الہدی یعنی مقدمہ کتاب الہدی۔ یعقوب حسن۔ مدارس (بدون تاریخ) ص ۲۰۶

مقدمہ ترجمہ القرآن محمود الحسن دیوبندی مدینہ پریس بجنور ۱۹۳۰ء ص ۶۴

مطالعۂ قرآن کے اصول ومبادی ابوالحسن ندوی مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۴۰۱ھ ص ۱۹۶

مقدمہ تفسیر آیات خلافت عبدالشکور دفتر رسالہ النجم لکھنؤ (بدون تاریخ) ص ۴۸

مقدمہ تفسیر ربانی۔ آزاد حسین سبحانی دائرہ بانیہ گورکھپور۔ ۳ ص

مقدمہ تفسیر روح الایمان فی تشریح آیات القرآن۔ محمد فتح الدین۔ الیکٹرک پریس، امرتسر ۱۹۲۲ء ص ۱۷۶

مقدمہ تفسیر حقانی۔ عبدالحق حقانی دہلوی، دیوبند دہلی ۱۹۵۸ء ص ۳۴۶

مقدمہ تفسیر القرآن محمد انشاء اللہ۔ حمیدیہ اسٹیم پریس لاہور ۱۹۱۰ء ص ۶۴

مقدمہ تفسیر القرآن۔ فتح محمد تائب لکھنوی۔ نول کشور لکھنؤ ۱۹۱۵ء ص ۳۰۱

مقدمہ تفسیر القرآن۔ حیرت دہلوی۔ کرزن گزٹ۔ دہلی ۱۳۲۲ھ ص ۱۵۷

مقدمہ تفسیر القرآن۔ سید علی نقوی۔ ادارہ علمیہ لکھنؤ ص ۲۷۲

مقدمہ تفسیر القرآن۔ حیرت دہلوی، دہلی ۱۳۱۷ھ ص ۵۱۲

مقدمہ تفسیر مواہب القرآن۔ امیر علی لکھنوی۔ مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۹۲۳ء ص

مقدمہ تفسیر نظام القرآن۔ امین احسن اصلاحی طبع اول دائرہ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح، سرائے امیر اعظم گڑھ (بدون تاریخ) ص ۹۰

مقدمہ الفرقان مع توضیح ام القرآن، محمد عبیداللہ، خادم القرآن، خان پور (بدون تاریخ) ص ۹۴

مقدمہ شاندار معجز نما قرآن، انتظام اللہ شہابی، ندوۃ المصنفین۔ دہلی ۱۹۴۸ء ص ۱۶

مقدمہ معارف القرآن۔ محمد تقی عثمانی۔ ادارہ المعارف کراچی (بدون تاریخ) ص ۵۸

مقدمہ القرآن۔ عزیز نقائی تیسرا ایڈیشن۔ دفتر رسالہ پیشوا دہلی (بدون تاریخ) ص ۳۶۷

مقدمہ القرآن یعنی اصول تفسیر۔ وحید الدین خاں قادری۔ ناظم پریس، رام پور ۱۹۲۶ء ص ۷۲

مقدمہ جلد تفسیر حسین واعظ کاشفی (مترجم فخر الدین) دہلی ۱۹۰۱ء ص ۴۶

مقدمہ تفہیم القرآن۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی۔ دہلی ۱۹۷۱ء ص ۴۴

مکاتبات الخلان علوم التفسیر و علوم القرآن ۔ سرسید احمد خاں و محسن الملک (مرتب محمد عثمان) احمدی پر
علی گڑھ ۱۹۱۵ء ص ۲۳۶ ۔

اثبات الاخبار فی اعجاز الابرار (معجزہ شق قمر سے متعلق) احمد علی ۔ مطبع نظامی، پٹ

اعجاز القرآن ۱۲۸۳ھ ص ۷۲

اظہار اعجاز فرقان حمید ۔ عبدالمجید ۔ مطبع اختر دکن (بدون تاریخ) ص ۲۰

اعجاز البیان فی لغات القرآن ۔ روح اللہ ابن حاجی ممتاز علی میرٹھی ۔ فیض عام پریس، علی گڑھ ۱۳۳۲ھ ز

اعجاز التنزیل ۔ خلیفہ سید محمد حسن ۔ مفید عام آگرہ ۱۹۰۴ء ص ۵۰۸

اعجاز القرآن ۔ ابوالحسن صدیقی بدایونی ۔ مقنن حیدر آباد دکن ۱۹۵۷ء ص ۱۶۷

اعجاز القرآن ۔ ابو محمد مصلح حیدر آباد دکن (بدون تاریخ) ص ۳۰۲

اعجاز قرآن ۔ تمنا عمادی ۔ ادارہ طلوع اسلام، کراچی ۱۹۵۵ء ص ۱۰۸

اعجاز القرآن ۔ ماسٹر رام چندر دہلوی لاہور ۔

اعجاز القرآن ۔ محمد ادریس کاندھلوی ۱۳۵۰ھ ص ۱۴۱

اعجاز القرآن ۔ محمد یاسین نجم راؤ سرائے سہارن پور ۱۹۳۲ء ص ۹۷

اعجاز القرآن ۔ شبیر احمد ۔ کتب خانہ اعزازیہ، دیوبند (بدون تاریخ) ص ۵۶

اعجاز القرآن ۔ افضل شریف ابراہیمیہ پریس، حیدر آباد دکن (بدون تاریخ) ۱۰۴

اعجاز القرآن ۔ مسرور حسین ۔ ۱۹۳۰ء

اعجاز القرآن عبدالقدیر صدیقی ۔ اعظم اسٹیم پریس ۔ حیدر آباد (بدون تاریخ) ص ۲۳

اعجاز القرآن ۔ ادارہ طلوع اسلام، کراچی (بدون تاریخ) ص ۱۱۲

اعجاز القرآن ۔ نوری توکل ۔ انجمن نعمانیہ ہند، لاہور ۱۳۳۱ھ ص ۱۴۰

اعجاز القرآن عطاء اللہ ۔ ہندوستانی کتب خانہ دہلی ۱۹۳۷ء ص ۱۰۳

اعجاز القرآن ۔ محمد ابوالحسن صدیقی ۔ مطبع شمسی آگرہ ۱۹۰۷ء ص ۶۹

اعجاز قرآن پاک ۔ مرزا محمد مہدی، دہلی (بدون تاریخ) ص ۱۱۸

اعجاز القرآن فی لغات القرآن ۔ میر ولایت حسین ۔ مطبع فیض عام، علی گڑھ (بدون تاریخ) ص ۵

اعجاز قرآنی ۔ عبدالمجید شاکر چغتائی ۔ کتب خانہ قاسمی، دیوبند ۱۹۶۸ء ص ۱۲۰

اعجاز قرآنی ۔ خادم حسین صدیقی ۔ آسی پریس، گورکھپور ۱۹۶۶ء ص ۴۴

اعجاز البیع۔ ابوالوطار

اعجاز مسیحی۔ تراب علی۔ اعجاز محمدی پریس، آگرہ ۱۳۰۳ھ ص ۳۲

اعزاز قرآن (بجواب اعجاز القرآن) ناصر الدین ابو منصور دہلوی

برہان التنزیل۔ محمد سلیم عثمانی۔ بار اول۔ ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۹۱ء ص ۲۶۴

ظہور القرآن من صدور الصبیان۔ اشرف علی (بدون تاریخ) ص ۲۶

عجائب القرآن۔ عبدالمصطفیٰ۔ مکتبہ نعیمیہ فریدیہ، ساہیوال ۱۹۸۲ء ص ۳۲۰

عقیدۂ اعجاز القرآن کی تاریخ۔ عبدالعلیم۔ مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی ۱۹۳۵ء ص ۷۰

قرآن ایک معجزہ۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی ۱۹۷۸ء ص ۸

قرآن پاک ایک معجزنما کتاب۔ عبدالبصیر صدیقی آزاد۔ دفتر پیشوا، دہلی ۱۹۲۷ء ص ۸۰

قرآن کا نیا معجزہ۔ احمد جلیل ریاض ہند پریس، محمد علی روڈ، علی گڑھ (بدون تاریخ) ص ۱۴

قرآن کریم کا اعجاز بیان۔ عائشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطی۔ بار اول (مترجم محمد رضی الاسلام ندوی) مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۱۹۹۱ء ص ۲۵۰

قرآن مجید کے معجزے۔ عبدالرحیم سلیم۔ حلقہ مشائخ دہلی ۱۹۲۵ء ص ۴۵

مظہر العجائب (قرآن) مطبع صدیقی (بدون تاریخ) ص ۲۰۲

معجزات القرآن۔ سید شاہ محمد قادری۔ جماعت قرآنیہ، حیدرآباد دکن (بدون تاریخ) ۱/۷۶

معجزات القرآن۔ محمد حسین جیلانی۔ پیسہ اخبار لاہور ۱۹۱۶ء ص ۱۲۴

معجزات القرآن۔ حیدری حیدرآباد دکن (بدون تاریخ) ص ۲۰

معجزہ قرآن۔ احمد الدین۔ روز بازار پریس، امرتسر (بدون تاریخ) ص ۸۸

معجزۂ قرآن مجید۔ ادریس احمد۔ نظامی پریس، بدایوں ۱۹۳۴ء ص ۱۲۴

معجزہ فرقان۔ الفت حسین۔ دہلی ۱۸۷۰ء ص ۵۶

تاریخ نزول وتدوین قرآن

اسباب النزول۔ عبدالحق دہلی ۱۸۹۲ء ص ۳۲

انتخاب تاریخ القرآن۔ ظہور الحسن ناظم۔ ایم ثناء اللہ خاں، لاہور ۱۹۵۹ء ۸۷+۲۸+۱۲۶+۵۵

برہان التنزیل۔ محمد مسلم۔ علمی کتب خانہ، دیوبند ۱۹۳۱ء ص ۲۳۲

بیان القرآن (جمع قرآن اور دیگر بحثیں) عبدالباری فرنگی محلی۔ کواپریٹو پریس لاہور ۱۹۴۳ء ص ۲۶

پیام ایمن (تدوین اور دیگر مباحث) عبداللہ منہاس۔ شرکت ادبیہ، امرتسر ۱۹۲۵ء ص ۵۶۲
تاریخ جمع القرآن۔ سید محمد عاصم بہاری۔ آغا تاج احمد برادرس، حیدرآباد سندھ ۱۹۵۲ء ص ۱۱۶
تاریخ صحف سماوی (قرآن اور دیگر صحف سماوی کی ترتیب وتدوین پر بحث) نواب علی ایم۔ اے
نولکشور۔ لکھنؤ ۱۹۵۲ء ص ۲۲۵
تاریخ القرآن۔ شریف احمد مکتبہ رشیدیہ (بدون تاریخ) ص ۲۳۶
تاریخ القرآن۔ عبدالصمد صارم الازہری۔ مکتبہ معین الادب لاہور ۱۹۶۷ء ص ۲۵۶
تاریخ القرآن۔ عبداللطیف رحمانی۔ شاہ ابوالخیر اکیڈمی۔ دہلی ۱۹۸۳ء ص ۱۴۳
تاریخ القرآن۔ اسلم جیراجپوری۔ طبع دوم۔ علی گڑھ ۱۳۲۱ھ ص ۱۲۶
تاریخ قرآن۔ محمد عبدالقیوم ندوی۔ محمد سعید اینڈ سنز کراچی ۱۹۷۷ء ص ۱۷۶
تاریخ القرآن۔ نذیر الحق۔ حمیدیہ پریس۔ دہلی ۱۹۳۲ء
تاریخ قرآن جمع وتدوین اور مصاحف عثمانی۔ محمد عبدہ۔ عبداللہ سلیم۔ ساہیوال (بدون تاریخ) ص ۹۲
تاریخ نزول قرآن۔ محمد تقی عثمانی۔ مرکز دعوت اسلام دیوبند ۱۹۸۵ء ص ۸۷
تاریخ نزول قرآن۔ حمید نسیم۔ کلاسک آرٹس۔
تاریخ نزول قرآن اور علم حدیث۔ محمد تقی عثمانی۔ مرکز دعوت اسلام۔ دیوبند ۱۹۸۵ء ص ۸۷
تدبر القرآن۔ عمر دراز غوری۔ سلطان حسین اینڈ سنز، کراچی ۱۹۶۷ء ص ۵۵۴
تدوین قرآن۔ غلام ربانی۔ مکتبہ برہان۔ دہلی ۱۹۸۹ء ص ۱۱۲
تدوین قرآن۔ مناظر احسن گیلانی (مرتب غلام ربانی) مکتبہ اسحاقیہ کراچی ۱۹۷۶ء ص ۱۱۲
تدوین قرآن۔ محمد احمد اعظمی مصباحی۔ ادارہ تصنیفات امام احمد رضا۔ کراچی (بدون تاریخ) ص ۳۲۴
ترتیب الفرقان۔ ظہیر الدین خاں۔ مدراس ۱۹۱۱ء ص ۱۰۰
ترتیب القرآن۔ احمد جودت آفندی۔ بمبئی ۱۳۵۵ھ
ترتیب القرآن۔ محمد خلیل الرحمان۔ کواپریٹو پریس ۱۹۲۳ء ص ۳۶
ترتیب نزول قرآن۔ محمد اجمل خاں ایم۔ اے کتب خانہ عزیزیہ، دہلی ۱۹۴۳ء ص ۹۹
تسہیل القرآن (جمع قرآن ورسم خط کے اصول ونظام کا بیان) محمد حافظ شبلی بکڈپو لکھنؤ ۱۹۳۸ء ص ۱۳۲
تفسیر آیات۔ حفاظت قرآن۔ عمدہ المطابع لکھنؤ ۱۳۵۷ھ ص ۶۰
جمع قرآن۔ محمد علی ایم اے انجمن اشاعت اسلام ص ۱۵۲

جمع القرآن، عطاء اللہ۔ طلوع اسلام کراچی لاہور (بدون تاریخ) ص ۷۹

جمع قرآن، علامہ تمنا عمادی لاہور ۱۹۷۰ء ص ۱۰۵

جمع القرآن والاحادیث ابوالقاسم محمد خاں بار اول آل انڈیا اہل حدیث دارالاشاعت لاہور (ب ت) ص ۶۳

جمع و تدوین قرآن۔ سید صدیق حسن۔ طبع دوم۔ معارف اعظم گڑھ ۱۹۸۶ء ص ۸۵

رسالہ اسباب النزول، احمد رضا لکھنؤ ۱۹۷۰ء ص ۳۲

شان قرآن (نزول و تدوین قرآن کی بحث) فرید وجدی (مترجم عبدالحکیم) دفتر رسالہ محدث دہلی ۱۹۳۴ء ص ۸۸

شان نزول قرآن کریم۔ محمد اجمل خاں۔ سنی پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۳ء ص ۱۱۸

عرفات (نزول قرآن سے متعلق مضامین) سیرت اکیڈمی کراچی ۱۹۶۸ء ص ۱۲۸+۱۱۳=۲۴۱

شہادت القرآن علی جمع القرآن۔ عطاء اللہ۔ ادارہ طلوع اسلام لاہور (بدون تاریخ) ص ۸۰

قرآن پاک (مختصر جمع قرآن کی تاریخ) عبدالواحد سندھی۔ مکتبہ جامعہ ملیہ۔ دہلی ۱۹۳۸ء ص ۸۰

قرآن جناب رسول خدا پر کس طرح نازل ہوا۔ سر سید احمد خاں۔ نوبہار بکڈپو لاہور (بدون تاریخ) ص ۸۱

کاتبان وحی۔ محمد طاہر رحیمی، ناشر مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان (بدون تاریخ) ص ۱۰۰

قرآن مجید کا نزول اور وحی۔ محمود الحق خسرو انٹرنیشنل پریس، کراچی ۱۹۶۹ء ص ۵۲۸

کشاف الہدیٰ (تاریخ نزول قرآن کے علاوہ دیگر مباحث) یعقوب حسن مدراسی سیٹھ۔ دفتر کتاب الہدیٰ مدراس ۱۳۴۳ھ ص ۲۷۶۔

معارف القرآن (جمع و ترتیب اور دیگر مباحث) کتابستان، الہ آباد ۱۹۵۴ء ص ۱۲۸

معلومات قرآن (تاریخ جمع قرآن وغیرہ) انتظام اللہ شہابی۔ مینجر پیشوا دہلی ۱۳۵۲ھ ص ۲۶۴

ڈاکٹر سید زاہد علی صاحب

عالمِ عجائباتِ خلق کی سیر

نقاشِ ازل کی نیرنگیوں کے بصیرت افروز مناظر

باتات ہوں یا حیوانات، کسی جاندار شے کی ساخت پر نگاہ ڈالیے، نقاشِ ازل کی بوقلمونیوں اور نیرنگیوں
ے بصیرت افروز مناظر جلوہ گر ہوں گے کہ عقل دنگ رہ جائے۔ لب جو اگنے والی کائی سے لے کر سر بہ فلک
ے درختوں تک آپ کو نباتات کی کروڑوں اقسام نظر آئیں گی۔ ادھر حیواناتی مخلوق کی وضع قطع پر غور فرمایئے
یک خلیہ مخلوق سے لے کر قوی الجثہ مخلوق تک اربوں جاندار رینگتے، تیرتے، دوڑتے بھاگتے اور
ظر آئیں گے کہ انگشت بدنداں رہ جائیں۔ ان میں بعض نیرنگیِ فطرت کا نادر الوجود مرقع اور بعض انتہائی دیدہ
ور کمالِ تخلیق کا نمونہ ہیں۔ بہت ہی محتاط اندازے کے مطابق کائنات میں مخلوقِ خدا کی تعداد دس کھرب سے
ہی ہوگی جس کی بالا دستی حضرت انسان کو سونپی گئی، جو اپنی ذہانت، شعور، حافظہ، فکر و ادراک کے اوصاف
سے سب مخلوق پر قائم ہے اور تمام دیگر مخلوق من حیث المجموع اس کے تصرف میں ہے۔

قرآن پاک میں خلق کا عقیدہ نظامِ ربوبیت سے خاص طور پر وابستہ ہے جو صرف انسان سے ہی متعلق نہیں ہے
کائنات پر محیط ہے۔ ذرا گرد و پیش اور اطراف و جوانب پر نظر دوڑایئے، آپ پر واضح ہو جائے گا کہ خداوند
نے اپنی رحمت سے سب کچھ پیدا کیا اور اس کائنات کے ذرّے ذرّے کے لیے سامانِ آفرینش اور
ے لقائے حیات مہیا فرمائے۔ ان میں پیدائش، طفولیت، شباب، پیری اور پھر موت کا قانون جاری کیا۔
یہی ہیں کہ سارے نظامِ عالم میں یہی تصرفات دائم و قائم ہیں۔ انسان ان سب سے مستفیض ہوتا ہے۔ ان تمام عجائبات
ادی کو دائرۂ تحریر میں لانا کسی کے بس کی بات نہیں ہے، جیسا کہ خالقِ کائنات نے خود فرمایا ہے :

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ (لقمٰن : ۲۷)	اگر زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہی بن جائے اور بعد میں سات سمندر اور بھی اس میں ملا دیئے جائیں تو بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔

تخلیق کی غرض و غایت اور تمامِیل تدوین و تہذیب تو اس علیم و حکیم سے بہتر کون جان سکتا ہے مگر انسان دشعور د
بینش و ذہانت سے جس طرح نوازا گیا تو اس ذہین و فطین اور اشرف المخلوقات نے بھی ان اسرار و رموز

سربستہ کو پا لینے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ زمین کا سینہ چیر کر نباتات کی روئیدگی کے پیش پا افتادہ حقائق پر غور و خوض، پانی اور ہوا میں کمال دانائی سے چشمِ انسانی سے پنہاں عجائباتِ خلق اور اسرارِ فطرت کی موجودگی اور بالیدگی پر تحقیق و مشاہدات مستنبط کر دیئے۔ آیئے آپ کو اس عالمِ عجائباتِ خلق کی سیر کرتے ہیں جو موجود ہوتے کے باوجود ہماری نظروں سے اوجھل ہیں۔

تخلیق خلیہ

تمام جان دار، خواہ وہ جانور ہوں یا پودے، ان کی ساخت بہت ہی چھوٹی چھوٹی اکائیوں سے مل کر ہوتی ہے۔ اس چھوٹی سی نہ نظر آنے والی اکائی کو خلیہ کہتے ہیں۔ خلیوں کا مشاہدہ خوردبین کی مدد سے ہی ممکن ہے۔ ہر خلیے میں ایک لعاب دار مادہ بھرا ہوتا ہے جسے پروٹوپلازم یا مادہ حیات کہتے ہیں۔ جیسا کہ اس مادے کے نام سے ظاہر ہے، یہ مادہ زندگی برقرار رکھنے کے لیے نہایت ضروری ہے۔ انسان بھی تمام جان داروں کی طرح چھوٹے چھوٹے خلیوں سے مل کر بنا ہے۔ ایک عام اور اوسط درجے کے جسم انسانی میں تقریباً ایک کروڑ عرب خلیے ہوتے ہیں۔ انتہائی پیچیدہ طاقت ور برقی خردبینوں سے خلیوں کی شکست و ریخت کے بارے میں جو معلومات مہیا ہوئی ہیں، وہ انتہائی محیر العقول ہیں۔ یہ امر یقینی ہے کہ خلیوں ہی کے ناکارہ ہونے سے انسان شباب سے پیرانہ سالی کی جانب سفر کرتا ہے اور جب خلیوں کی کثیر تعداد کام کرنے کے قابل نہیں رہتی تب موت واقع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب ان عوامل میں اعتدال نہیں رہتا، نظم و ضبط میں بے ترتیبی آ جاتی ہے تو جسم بیماری کا شکار ہو جاتا ہے۔

خلیے قدرت کی وہ بنیادی اکائی ہیں جو صرف جسم کی ساخت، قد و قامت، رنگ و روپ اور حسن و جمال کے لیے ہی کام میں نہیں آتے بلکہ پروٹین (لحمیات) کے کیمیاوی اجزا سے متصرف ہو کر توانائی بھی بخشتے ہیں۔ اس سے نامعلوم انداز میں جسم کو بالیدگی حاصل ہوتی ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے کہ نظامِ عالم میں قدرت کے تصرف کا اصول کس طرح دخل انداز ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات پیدائش سے موت تک انعقاد و اعدام پر کس طرح قادر ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ (الروم: ۵۴)	اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہیں کمزوری (کی حالت) سے پیدا کیا، پھر کمزوری کے بعد قوت دی، پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا بنایا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ بڑا علم رکھنے والا قادر ہے۔

یہ طریقۂ انضباط و انحطاط انسان تک ہی محدود نہیں بلکہ یہ دائرہ عمل تمام کائنات کی مخلوق کو محیط ہے اور یہ سب خدائے حی و قیوم کی صفت خلاقی کی تشریح ہے۔ ماہرینِ حیاتیات کی متفقہ رائے ہے کہ بڑھاپے کے عمل کو اگر فی الواقع روکا نہیں جا سکتا تو کم از کم طویل ضرور کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں تجربہ گاہوں میں آئسوٹوپس اور تاب کار اجزا کی

نقل و حرکت سے ایک زرکثیر کے صرف سے جو امر واضح ہوا ہے، وہ یہی ہے کہ پیرانہ سالی کی وجہ سے خلیات مخصوص مدت تک تقسیم ہو ہو کر ناکارہ ہو جاتے ہیں اور اس طرح ان کی عمر مخصوص اور منتقل کارکردگی کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے۔ کروڑوں ڈالر راک فیلر یونیورسٹی میں ریسرچ پر خرچ ہونے کے بعد بھی تحقیق اس سے آگے نہ بڑھ سکی کہ آخر خلیوں کا یہ انحطاطی عمل کس طرح روکا جا سکتا ہے۔

ایسی مخلوق بھی ہے جس میں صرف ایک خلیہ ہوتا ہے۔ ان کی ایک مثال امیبا کو لے لیجئے۔ یہ سادہ ترین اولین مخلوق ہونے کی دعوے دار ہے۔ بغیر خوردبین کے نظر نہیں آسکتی۔ یہ پانی سے دور زندہ رہنے کی طاقت بھی نہیں رکھتی۔ سائنس دانوں کا دعویٰ ہے کہ یہ تمام جانداروں کی ارتقائی شکل ہے ان کے علاوہ یک خلیہ جان دار دل میں وائرس اور بکٹیریا بھی آتے ہیں۔ یہ جان دار برقی خوردبین ہی سے نظر آسکتے ہیں۔ ان کی جسامت دیکھ کر اور ان کے عمل کو جان کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔ آپ تعجب نہ کریں کہ یہ ایک انچ لکیر تین لاکھ کے قریب قریب ایک قطار میں آسکتے ہیں۔ کچھ اور اقسام کے جراثیم ہوتے ہیں جو مٹی میں پائے جاتے ہیں اور بہت زیادہ تحقیق کے بعد یہ معلوم ہو سکا ہے کہ یہ جراثیم پودوں کی روئیدگی میں عمل دخل رکھتے ہیں۔ آپ پہلے ان کے بارے میں معلومات حاصل کرتے چلیں۔

زیرِ زمین تخلیق

زمین کے ہر مربع فٹ میں اربوں جراثیم ہیں۔ جراثیم کا ہر جگہ پایا جانا تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ وہ ایسے حالات میں بھی جن میں کسی دوسری قسم کے پودے تلف ہو جائیں زندہ رہنے کی استطاعت رکھتے ہیں ان جراثیم میں بعض نسلیں طفیلی ہوتی ہیں۔ یعنی وہ اپنی غذا دوسرے زندہ پودوں سے حاصل کرتی ہیں اور رزق مردہ نباتاتی مادوں سے مہیا کرتی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ مردہ اشیا مثلاً پودے، اور مختلف انواع کی گندگیاں انہی جراثیم کے عمل سے گل سڑ کر ختم ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ اکثر جراثیم کے لیے دوسرے پودوں کی طرح ہوا ضروری ہے اور بعض ایسی قسمیں بھی ہوتی ہیں جن کو ہوا کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ قدرت کا کرشمہ ہے کہ انسان کے دائرہ عقل و نظر میں نہ سمانے والی ایک لاکھ اسی ہزار سے زائد اقسام کی یک خلیہ مخلوق کیسے کیسے گل کھلاتی ہے۔

تجربہ گاہوں میں مدت مدید کے تجربے سے یہ امر واضح ہو گیا ہے کہ گیسوں کا ایک خاص گروہ (ہائیڈرو کاربن) درختوں اور پودوں کی جڑوں میں موجود ہوتا ہے، اور یہ تمام گیس پودوں پہ مضر اثرات رکھتے ہیں۔ تجربات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بعض جراثیم مٹی میں آکسیجن استعمال کر کے ضرر رساں گیس بننے پہ اثر انداز ہوتے ہیں بعض جراثیم ایسے بھی ہوتے ہیں جو نقصان دہ گیس کی تشکیل پہ منفی انداز میں عمل کرتے ہیں۔ ان جراثیم (خرد نامیوں) پہ تحقیقات ہو رہی ہیں جو مٹی میں آکسیجن سے ایسی گیسوں کو بننے سے روکتے ہیں، اور زمین کی مٹی میں نائیٹروجن حاصل کر کے اس کی زرخیزی میں اضافہ کرتے ہیں۔ سبز پودوں کے لیے نائیٹروجن بہت ضروری ہے لیکن یہ ہوا سے نائیٹروجن نہیں حاصل کر سکتے بلکہ اس کام کے لیے جراثیم ہی کی موجودگی سے یہ عمل تکمیل پاتا ہے۔ اور بھی کئی مرحلوں میں زیرِ زمین یک خلیہ مخلوق اپنا

تحویلی کردار ادا کرتی ہے۔ پانی کے ہمراہ یہ جراثیم زمین کی گہرائیوں تک چلے جاتے ہیں۔ محققین کی رائے ہے کہ پودوں کی جڑوں میں ان ذی حیاتیوں کی ایک سحر انگیز دنیا آباد ہے۔ اس انواع کے عجائبات کی حیثیت سے جراثیم کی اس قدر اہمیت ہے کہ ان کے متعلق ایک علیحدہ سائنس وجود میں آ چکی ہے۔ سائنس کی اس شاخ کو جرثومیات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

تجربہ تخلیق یوہناک پہلا شخص تھا جس نے خوردبین سے گندے پانی کا تجزیہ کیا اور بہت سی زندہ مخلوق کو حرکت کرتے ہوئے دیکھا۔ اس نے رائل سوسائٹی آف لندن میں ۱۶۷۷ء میں اپنی رپورٹ پیش کی جس میں بکٹیریا کی تفصیل درج کی۔ بنیادی طور پر ان کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ سلاخ نما جنہیں بے سی لائی کہتے ہیں، گول گول کو کاکی اور لچھے دار اسپائی رے لا کہلاتے ہیں۔ یہ تمام یک خلوی جاندار مخلوق ہوتی ہے۔ خالق ازل کی قدرت ملاحظہ ہو کہ اس مخلوق کو بھی توارثی نظام سے مستفید ہونے کا موقع فراہم فرمایا۔ دیوار خلیہ کے نیچے کی جھلی میں پانی بھرا ہوتا ہے اور اس کے اندر ایک پیچیدہ کیمیائی مرکب کے علاوہ خامرے بھرے ہوتے ہیں۔ بکٹیریا نامناسب ماحول میں ساٹھ برس تک بھی زندہ پایا گیا اور جیسے ہی پانی میں موزوں غذا اور مناسب درجہ حرارت دی گئی یہ اپنی اصلی کیفیت میں پورے کروفر کے ساتھ برسر پیکار نظر آنے لگا۔ عام بکٹیریا پانی میں نوے فی صد ہوتے ہیں اور کھولتے ہوئے پانی میں دو منٹ میں مر جاتے ہیں۔

دوسرے جانداروں کی طرح بکٹیریا کو بھی اپنی نشو و نما اور بالیدگی کے لیے غذا کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ قیام حیات اور افزائش نسل کا تسلسل جاری رہے۔ اکثر بکٹیریا غیر نامیاتی اجزا سے غیر نامیاتی مرکبات نہیں بنا سکتے، اس لیے ان کے واسطے غذائی توانائی حاصل کرنے کا ایک ہی ذریعہ رہ جاتا ہے کہ وہ اپنے گردونواح سے وہ مرکبات حاصل کریں جو ان کے لیے ضروری ہیں۔ مثلاً زمین میں کافی مقدار میں ایسے نامیاتی مرکب ہیں جو گلنے سڑنے سے وجود میں آتے ہیں۔ بہت سے بکٹیریا ایسے خامروں سے بھرے ہوتے ہیں، جو ان نامیاتی اجزا کو سادہ اجزا میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ بعض بکٹیریا ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں خامرے نہیں ہوتے۔ ایسے بکٹیریا اپنے مقصد حیات کی اصولی کے لیے میزبان کے خامروں پر کلیتاً دار و مدار کرتے ہیں۔

بکٹیریا میں خلوی تقسیم تولید کے لیے ضروری ہے۔ ان کے لیے مناسب خوراک، ہوا اور درجہ حرارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک بکٹیریا کی دختری بکٹیریا کو نشو و نما پانے اور پھر تقسیم ہوتے تک صرف بیس منٹ خرچ ہوتے ہیں۔ تو اس طرح ایک بکٹیریا بھی اگر میزبان کے جسم میں داخل ہو جائے تو چوبیس گھنٹوں میں ایک ہزار کروڑ ( ) بکٹیریا معرض وجود میں آ جاتے ہیں۔ آپ یہ معلوم کر کے ضرور حیران ہوں گے، مگر عجائبات خلق میں خالق کائنات توازن کا عمل بھی رکھا ہے۔ جونہی بکٹیریا کی آبادی بڑھتی ہے، اپنے اندر سے کچھ مرکبات الکحل اور تیزابی مادے خارج کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ بکٹیریا کی عددی کثرت سے میزبان پر بیماری کا حملہ تو شدت اختیار کر جاتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ

قدرتِ کاملہ کا دفاعی ردِّعمل شروع ہو جاتا ہے۔ جو مرکبات خود بکٹیریا سے خارج ہوتے ہیں وہ مرکبات ہی بکٹیریا کی آبادی کے لیے مہلک اثرات رکھتے ہیں اور بکٹیریا کی تولید پر زبردست طریقے سے اثر انداز ہوتے ہیں۔ حتّٰی کہ ان کی مزید تولید رک جاتی ہے اور بکٹیریا مرنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اس طرح بکٹیریا کے بننے اور مرنے کا توازن "قائم ہو جاتا ہے۔ اگر وقت کے ساتھ ساتھ زہریلے مرکبات زیادہ ہو جائیں تو بکٹیریا کے مرنے کا تناسب اور زیادہ ہو جاتا ہے اور چند دنوں میں بکٹیریا خود اپنی موت مر جاتے ہیں۔ اگر زہریلے مرکبات کم بنیں تو بکٹیریا جس نسل سے تعلق رکھتے ہیں اس میں پیدا ہونے والی بیماریوں کا پیش خیمہ بن جاتے ہیں۔ عام طور پر ان اقسام کی بیماریاں پھیلانے والے بکٹیریا پائے جاتے ہیں۔ مثلاً نمونیا، طاعون، پلش، سوزاک، آتشک، جذام، تپ دق، تشنج، خناق، کھانسی ٹائفائڈ وغیرہ۔

ایک تندرست انسانی جسم کے بکٹیریا زیادہ تر ضرررساں انواع پر مشتمل ہوتے ہیں جو میزبان کے لیے ہمیشہ بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔ پنسلوانیا یونیورسٹی کے ایک ماہر حیاتیات نے معلوم کیا کہ ایک عام شخص کی بغل میں چوبیس لاکھ بکٹیریا فی مربع انچ پائے جاتے ہیں اور غدودوں والی جگہ میں ان کی تعداد اس سے بھی کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کے ایک ماہر حشرات الارض نے ایک لیٹر نمکین پانی میں ۶، لاکھ ذی حیات مخلوق دریافت کی جس میں ایک خلیہ مخلوق دس لاکھ پانچ ہزار کے قریب تھی۔ بعض حالتوں میں پیدائش کے وقت ہی ماں کی طرف سے بچے میں بے پناہ یک خلیہ مخلوق منتقل ہو جاتی ہے۔ بوڑھوں کی بہ نسبت بچوں میں بیماریاں پھیلانے والے عوامل زیادہ کارفرما ہوتے ہیں۔ کیوں کہ بچوں کے اندر قوتِ مدافعت کم ہوتی ہے۔ لندن کے ایک ریسرچ سنٹر میں معلوم کیا گیا کہ بعض بکٹیریا تو کپڑے اتارتے وقت بھی جھڑتے ہیں اور دھوبی کے ہاں کپڑوں میں منتقل ہو کر دوسرے لوگوں تک بہ آسانی پہنچ جاتے ہیں۔

عجائبات خلق کی تلونی ملاحظہ فرمائیے کہ جہاں یہ معمولی سی۔ ستم ظریف مخلوق انسان کو ابتلاؤں میں مبتلا کر دیتی ہے، وہاں انسانی زندگی کو قائم رکھنے میں بھی ایک خاص کردار ادا کرتی ہے، اور اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ انسانی زندگی ان جراثیم کی اس حد تک محتاج ہے کہ اگر بکٹیریا کی نسلیں طبقۂ ارض سے غائب ہو جائیں تو انسان کی زندگی اجیرن ہو جائے بلکہ صد ہا دیگر بیماریوں کا گہوارہ بن جائے۔ آپ کو اس امر پہ تعجب ہو گا کہ ایسا کس طرح ہو سکتا ہے۔ آپ کو غالباً معلوم ہے کہ گلنے سڑنے کے عمل کے لیے اور تخمیر کے عمل کے لیے بکٹیریا کس قدر ضروری ہے۔ اگر بکٹیریا نہ ہوں تو یہ عوامل پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتے۔ اب ذرا اطراف و جوانب پر نظر دوڑائیے کہ روزانہ انسانوں کا لاکھوں ٹن فضلہ، آپ کے گھروں کا کروڑوں ٹن کوڑا کرکٹ، کروڑوں ٹن درختوں سے گرے ہوئے پتے، پھل پھول ہزاروں مردہ جانوروں کے جراثیم گل سڑ کر کھاد بن جاتے ہیں۔ غور فرمائیے یہ انحلال د کیسے ہوتا ہے ؛ یہ سب عوامل بکٹیریا ہی کی مرہونِ منت ہیں۔ اگر یہ عمل واقع نہ ہو تو یہ سب گندگیاں آپ کی زندگی کے لیے سوہانِ روح بن جائیں۔ طبقۂ ارض پر لہلہاتے کھیت، نظر افروز باغات، سر بہ فلک عمارتوں کی جگہ بدبودار کوڑا کرکٹ

کے انبار نظر آئیں اور ان ناکارہ اشیائی نکاسی کا مسئلہ بے پناہ دولت کے صرفے سے بھی حل نہ ہو سکے، جن کو قدرت
کی تخلیق کا شاہ کار بغیر معاوضے کے نیست و نابود کر دیتا ہے۔

بعض بکٹیریا غذاؤں کو جزو بدن بنانے کے عمل میں روغنی مرکبات کو توڑ کر سادہ روغن بناتے ہیں۔ یہ بکٹیریا
کروڑوں کی تعداد میں آنتوں کے اندر موجود رہتے ہیں جو آپ کی خدمت آپ کے علم کے بغیر کرتے رہتے ہیں۔ اگر یہ بکٹیریا
آنتوں میں نہ موجود ہوں تو غذا کے تحلیل ہونے اور اس کے جزوِ بدن بننے میں ایسی پیچیدگیاں ہو جانے کے امکانات
ہیں جو ممکنہ علاج معالجے سے شاید ہی درست ہو سکیں۔ آنتوں کے بکٹیریا مائی سین (۴۷۶،۴) ادویات کے کثیر الا
سے مر جاتے ہیں اور ان کی موت انسان کے نظام انہضام کے لیے سخت مضرت رساں ہے۔

آپ بکٹیریا کی سود مندی کے معترف ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ آپ دہی کا استعمال بکثرت کرتے ہیں کبھی آپ نے
خیال فرمایا کہ دودھ سے دہی کیسے بن جاتی ہے۔ یہ بکٹیریا ہی ہوتے ہیں جو آپ کے کھانے کے لیے دودھ کو ذائقہ دار
دہی میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ آٹے کو گوندھ کر رکھ دیجیے، خمیر بن جاتا ہے۔ گنے اور انگور کے رس کو سرکے اور شراب
میں تبدیل کرنے کے لیے خمیر کہاں سے آ جاتا ہے۔ یہ خمیر بھی صرف بکٹیریا کے وصف کا کمال ہے۔ الغرض بکٹیریا کی افادیت
انسانی زندگی سے صرفِ نظر نہیں کی جا سکتی۔

اس تعلیمی دور میں اور ذرائع ابلاغ کے عام ہو جانے سے وائرس کا نام تو آپ سب نے سن ہی رکھا ہوتا۔
یہ یک خلوی ذی حیات بھی عجائباتِ خلق کا فقید المثال شاہ کار ہیں۔ یہ نہ تو نظر آتے ہیں نہ بادی النظر میں ایک بیمار سے
توانا انسان میں منتقل ہوتے محسوس ہوتے ہیں۔ بس آپ کا وائرس زدہ مریض کے قریب بیٹھ جانا ہی کافی ہے۔ یہ انشاء اللہ
آپ کے جسمِ ناتواں میں سرایت کر جائیں گے اور آپ منہ تکتے رہ جائیں گے گزشتہ صدی عیسوی تک ان کی پیدا
شدہ بیماریاں صرف چھوت کی بیماریوں کے نام سے موسوم تھیں مگر اب حضرت انسان کی ذہنی ترقی و تحقیق نے آخر کار
صد ہا برس سے اس گم گشتہ تخریب کار کو منظر عام پر لا کھڑا کر دیا اس یک خلوی فن کار کو وائرس کہتے ہیں اور یہ باآسانی
فلٹر پیپر (   ) سے گزر جاتا ہے اور چشم زدن میں صحت مند انسان پر حملہ کر کے اسے مغلوب کر ڈالتا ہے
وائرس لفظ لاطینی زبان کا ہے، جس کے معنی زہر کے ہیں۔ سترھویں صدی کے آخر تک یہ انکشاف ہو چکا تھا
بعض امراض بکٹیریا سے نہیں پھیلتے بلکہ ان کی وجہ فضا میں موجود کچھ زہر ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ان ذی حیاتیوں کو
وائرس کا نام دے دیا گیا۔ یہ بہت ہی خوردبینی جان دار ہوتے ہیں اور بیماریاں پھیلانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ ان
کے متعلق معلومات انیسویں صدی کی آخری دہائی میں میسر آئیں لیکن ان کی ہلاکت خیزی کا معاملہ سترھویں صدی میں منظر عام
پہ آ چکا تھا۔ ۱۶۴۶ء میں انگلینڈ میں قیامت خیز انفلوئنزا کی بیماری آئی اس وقت معلوم ہو چکا تھا کہ یہ چھوت کی
بیماری ہے۔ اس کے باوجود اس تباہی میں ہزاروں افراد لقمۂ اجل بن گئے۔ پھر ۱۷۴۹ء میں اس بیماری نے حملہ کیا

اور مغربی یورپ یعنی جرمنی، فرانس، پرتگال، اٹلی، اسپین بشمول انگلستان کئی لاکھ انسان ہلاک ہو گئے۔ آج کی دنیا میں جب رسل و رسائل کی بہم رسانیوں نے زمین کی طنابیں کھینچ ڈالی ہیں تو ۱۹۵۷ء میں بین الاقوامی انفلوئنزا جزائر ہوائی میں مارچ میں شروع ہوا اور جلد ہی جزائر فلپائن، انڈونیشیا، برما، جنوبی ہندوستان، لنکا کو اپنے دامن میں لپیٹتا ہوا جون کے پہلے ہفتے میں پاکستان وارد ہوا۔ موثر طریقۂ علاج کی وجہ سے شرح اموات تو بے شک کم رہی مگر مرض کی شدت نے چالیس یوم کے اندر بارہ کروڑ انسانوں کو کئی ہفتوں کے لیے ناکارہ کر دیا۔

انیسویں صدی کے پہلے عشرے میں لوئی پاسچر نے معلوم کر لیا تھا کہ کوئی ذی حیاتیہ معرض وجود میں ضرور ہے جو کچھ مہلک بیماریاں پھیلانے کا ذمہ دار ہے۔ اس صدی کی آخری دہائی میں ایک روسی ماہر حیاتیات نے تحقیق کر لی کہ وائرس ایک جان دار شئے ہے جو صحت مند جان دار میں بہ آسانی منتقل ہو جاتی ہے۔ ۱۹۲۵ء میں ایک ماہر حشریات نے تجربے سے ثابت کر دیا کہ وائرس کس طرح منتقل ہوتے ہیں۔ وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ وائرس زندہ خلیات میں طفیلیوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور نہ میزبان سے باہر رہ کر عمل تولید جاری رکھ سکتے ہیں۔ وائرس جسم کے خلیوں میں بڑے سکون کی زندگی گزارتے رہتے ہیں۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ وائرس عموماً بکٹیریا کے طفیلی بھی ہوتے ہیں۔ ان کا دار و مدار زندہ خلیات کے خامروں ( ) پر ہوتا ہے۔ ان کے بیرونی خول کے اندر زہریلا مادہ بھرا ہوتا ہے جب وائرس کسی میزبان کے جسم میں داخل ہوتے ہیں تو زہریلا مادہ خون میں گردش کرنا شروع کر دیتا ہے، جس سے مختلف اقسام کی بیماریاں پھیلتی ہیں، جن میں سرفہرست انفلوئنزا، چیچک، خسرہ، پولیو، کالی کھانسی وغیرہ ہیں۔

چونکہ ان بیماریوں کے وائرس ہوا میں سفر کرتے ہیں اس لیے بیماری لاحق ہونے کے لیے مریض کا صحت مند انسان سے صرف قرب ہی ضروری نہیں بلکہ فاصلوں پر بھی جراثیم حملہ کر دیتے ہیں۔ آپ ضرور حیران اور ششدر ہوں گے کہ یہ انسان دشمن تحریکیں کس طرح سرگرم عمل رہتی ہیں اور ہمارے اندر یہ چھپے رستم کیا کچھ کرتے ہیں اور ہمیں خبر تک نہیں ہونے پاتی۔

شانِ تخلیق

ذرا آپ دل کی گہرائی سے متوجہ ہوں کہ اگر کوئی متنفس ملحدانہ نظریات کی تقلید میں ان بھٹکے ہوئے اور گم گشتہ لوگوں کی صدائے بازگشت بن جائے اور ان کی ہستی میں اپنی ہستی کو اس طرح مدغم کر دے کہ اس کی افتادِ طبیعت میں انہی کا رنگ چڑھ جائے تو اس کا علاج کسی کے پاس نہیں۔ مگر اگر ذرہ بھی فکر و شعور سے کام لے کر منزلِ حقیقت کا پتا لگانے کی جستجو کرے تو اپنے دل کی گہرائیوں میں ایک ایسی قادر و اعلیٰ اور برتر ہستی کی موجودگی کو ضرور محسوس کرے گا جس سے رابطہ قائم کرنے کے بعد ان اسرارِ سربستہ تک پہنچ جانے کی راہ بعید از قیاس نہیں۔ قرآن پاک میں اس کی ہدایت اس طرح درج ہے۔

اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ . . . بھلا کون ہے وہ جو تخلیق کا آغاز کرتا ہے، اور پھر اُسے دہراتا ہے

ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (النمل : ٦٤)

کیا اللہ کے سوا اور کوئی بھی خدا ہے انہیں کہیے کہ ہو تو دلیل پیش کرو۔

خالق کائنات تک رسائی صرف عقلی اور سائنسی دلائل سے پیدا نہیں ہوتی، اس کے لیے علم و تحقیق تجا
تکوین اور روحانی واردات و مشاہدات کی آمیزش بھی ضروری ہے۔ ویسے تو لاتعداد شہادتیں پیش کی جا سکتی ہیں، اگر
ذرا ذہن نشین فرمائیں کہ نظام کائنات پر معدومیت اور فنائیت محیط ہے۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہر معدوم کے
ایک خالق کا وجود ضروری ہے، جو موجب تخلیق بن جائے۔ اسی طرح فنا کا تعلق بغیر وجود کے مضحکہ خیز ہے۔ یہ
اُولیٰ خالق کائنات کی شان تخلیق ہے، جس نے تخلیق کی اور اپنی خلق کے لیے خلیہ پیدا کیا اور اپنی بے مثال
الوجود صناعی سے انسان کو ایک کروڑ کھرب سے زیادہ کو جوڑ کر اشرف المخلوقات بنایا اور اس کے زعم غلط کو
کے لیے ایک خلیہ جان دار پیدا کیے، جن سے کچھ اس کے لیے منفعت بخش ہیں اور کچھ اپنے سے کروڑوں گنا بڑے
کو پل بھر میں زیر کر ڈالتے ہیں۔ یہ عظیم الشان عجائبات خلق، خالق کائنات کی حکمت و دانش کے بیّن ثبوت
اور کیا ہے۔

(بقیہ صـ ۴۹ سے)

دوسرے عشرے میں دوسرا، اگلی چھ راتوں میں تیسرا، پھر دو راتوں میں چوتھا اور اس کے بعد کی دو راتوں
پانچواں۔ ابتداء میں ستائیسویں کو ایک رات میں بھی پورا ختم ہوتا تھا۔ معذوری کے باوجود حضرت کو
پاک سننے سے کبھی تھکتے نہیں دیکھا گیا۔ رمضان کے آخری ایام میں جب مہمان حضرات گھروں کو تش
جانا چاہتے اور ان کا ختم قرآن پورا نہ ہوتا تو ان کو مشورہ دیتے کہ نفلوں میں قرآن پاک پورا کر لیں۔ تراویح
پاک سننے کے باوجود حضرت ان کے ساتھ بھی نفلوں میں قرآن پاک سننے میں مشغول ہو جاتے جب کہ ہم
کو اس میں دوبارہ شامل ہونے کی ہمت نہ ہوتی۔ حضرت کو دربار رسالت میں جو رسائی حاصل تھی
پورا بیان کرنے سے قلم قاصر ہے لیکن ایک واقعہ ان میں سے بیان کیا جاتا ہے۔ مدینہ منورہ میں حضر
متعلقین میں سے ایک صاحب کو آنحضرتؐ نے عالم رویا میں فرمایا کہ تو اشرف کی طرف سے
ہے اس نے اقرار کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تو قطب ہیں۔ اس پر وہ صاحب
خوش ہوئے اور عرض کیا کہ میں حضرت کو اس کی اطلاع دے دوں تو آپؐ نے فرمایا کہ نہیں
میرے شہر میں آئیں گے اس وقت بتا دینا۔ اس صاحب نے کہا کہ اس وقت سے مجھے یقین
حضرت اس مرتبہ حج پر ضرور تشریف لائیں گے اور ایسا ہی ہوا حضرت اسی سال حج پر تشریف لے

مولانا منور حسین باہم

بنیاد پرستی کا پس منظر

اسلام کے خلاف یہودیوں کی طریق واردات کا ایک جائزہ

بنیاد پرستی کی اصطلاح گزشتہ چند سالوں سے مغربی ذرائع ابلاغ کے ذریعے زبان زد عام ہوئی ے ۔یہ اصطلاح پہلے پہل عیسائی قدامت پرستوں کے لیے استعمال کی جاتی تھی ۔یورپ کے دور جہالت ں مذہبی اداروں پر قابض پادری سیاہ وسفید کے مالک تھے ۔وہ جسے حلال قرار دیتے وہ حلال ،جسے رام کہتے وہ حرام ہوتا۔ وہاں کوئی قانون ، قاعدہ اور دستور نہیں تھا ۔جو لوگ ان جاہلانہ عقائد پر ایمان لاتے نہیں بنیاد پرست کہا جاتا اور جو جدید علوم سے استفادہ کرتے یا انہیں پسند کرتے وہ ماڈرن کہلاتے ۔ ب عام عیسائی تعلیم کی طرف راغب ہوا تو اس کی آنکھیں کھلیں ، سچ اور جھوٹ ظاہر ہونے لگا ۔ جدید علیم یافتہ طبقے نے پادریوں کی تعلیمات کو عقل اور دلائل سے رد کرنا شروع کر دیا ۔

رفتہ رفتہ سائنس کی تعلیم بھی مسلمانوں سے عیسائیوں نے سیکھ لی ۔تب عیسائی پادریوں کے من گھڑت ذہبی عقائد کی قلعی کھلنے لگی تو انہوں نے سائنس کی تعلیم کو مذہب کے خلاف قرار دے کر پابندی عائد کر دی ۔ اس دور میں یورپ میں سائنسی تعلیم کے ادارے موجود نہیں تھے ۔اندلس اور سمرقند کے مسلم اداروں میں غیر ملکی طلبہ بھی زیر تعلیم تھے ۔ ان اداروں سے فارغ عیسائی طلبہ نے عوام اور پادریوں کو حقائق سے آگاہ کرنا چاہا لیکن وہ ایک نہ مانے ...... اس طرح جدید تعلیم یافتہ طبقے اور پادریوں میں کشمکش کا آغاز ہوا ۔

پادریوں نے جدید تعلیم یافتہ بالخصوص سائنسدانوں کو مذہب کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے اور بغاوت رنے کے جرم میں قتل کرنے کے احکامات جاری کر دیئے ۔اس شورش میں ہزاروں جدید تعلیم یافتہ افراد وت کی نیند سلا دیئے گئے ۔یہ سلسلہ مدتوں جاری رہا ۔ ایک طویل جدوجہد کے بعد اہل مغرب پادریوں کے تسلط سے آزاد ہوئے ۔تب سے کلیسا اور ریاست کو الگ الگ کر دیا گیا ۔اہل مغرب کے ذہنوں ں مذہب اور مذہبی ریاست کا نام آتے ہی وہی پرانی عیسائی جہالت کا تصور نمایاں ہو جاتا ہے ۔یہی جہ ہے کہ وہ دین اسلام اور اسلامی تحریکوں کو بنیاد پرستی سے تعبیر کرتے ہیں ۔

اہل یورپ نے پادری تسلط سے آزادی کیا حاصل کی مذہب کی ضرورت اور اہمیت کو بھی اسی س منظر میں دیکھ کر نظر انداز کر دیا ۔ عیسائیت کے پادریوں نے عیسائیت کو من مانی ترامیم کے ذریعے

تراش خراش کر کھانے پینے اور کلیسائی بالادستی میں بدل دیا ہے۔ اس میں نہ روحانیت باقی ہے اور نہ ہدایت
اس کے برعکس اسلام رشد و ہدایت، امن و اخوت، رواداری اور احسان کا علمبردار ہے۔

سائنسی علوم کی ابتداء مسلمانوں سے ہوئی ہے۔ سارا قرآن کائنات پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔
اسلام اس مخصوص پس منظر میں بنیاد پرست نہیں۔ اہل مغرب اسلام کی حقیقت سے عاری ہیں۔ انہیں
اسلام پر کوئی تبصرہ کرنے سے پہلے اسلام کے اصل ماخذ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اہل مغرب جن انسانی حقوق
کی بات کرتے ہیں ان کا تعین چودہ صدیاں قبل اسلام نے کر دیا تھا۔ علوم و فنون ہماری میراث ہیں۔
اہل مغرب نے یہ سب کچھ ہمارے آباء سے سیکھا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ ہمارے احسان مند ہونے
کے بجائے الٹے دشمن بن چکے ہیں۔ اسلام اپنی دعوت دلائل اور حکمت سے پھیلانا چاہتا ہے، اس
میں تلوار کا دخل نہیں۔ تلوار کا استعمال صرف اسی وقت ہوتا ہے، جب کوئی طاغوتی طاقت قوت سے
اسلام کو دعوت دینے سے روکے، مسلمانوں کا حاشیہ تنگ کیا جائے۔ ان حالات میں تلوار کا سہارا لینا
زندگی کا حق لینا ہے۔ پھر جہاں کہیں کوئی طاقتور کمزور کو دبا رہا ہو۔ اس سے زندگی کا حق چھین لینا چاہتا ہو
کسی کی جان، مال اور عزت سے کھیل رہا ہو وہاں تلوار کا استعمال بنیاد پرستی یا دہشت گردی نہیں بلکہ انسان
دوستی ہے۔

آج اہل مغرب بنیاد پرستی کو دہشت گردی کا لیبل لگا کر اپنی منتشر قوت کو بحال کرنا چاہتے ہیں۔ امریکہ
نے پہلے روس کا ہوا کھڑا کر کے اہل مغرب کو متحد رکھا۔ جب روس زوال پذیر ہوا تو مغرب کے پاس متحد
ہونے کی کوئی بنیاد نہیں تھی۔ ان کے اپنے مفادات ٹکرا رہے تھے۔ ٹوٹ پھوٹ کے خطرات نمایاں تھے۔
ان حالات میں امریکہ نے یورپ کو متحد کرنے اور اپنی چھتری تلے چھپائے رکھنے کے لیے ایک نئے خطرے
کا تعین کیا اور اسے بڑھا چڑھا کر اس طرح پیش کیا گیا۔ سب اس پر متفق ہو گئے کہ ہم اس خطرے کا اکیلے
مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اسی بنیاد پر مشترکہ منصوبہ بندی کی گئی۔ آج سارا یورپ امریکہ کی گود میں پناہ لیے ہوئے ہے
امریکی ذرائع ابلاغ آئے روز طرح طرح کی کہانیاں گھڑ کر انہیں مسلمانوں سے خوفزدہ کیے ہوئے ہیں۔
مغربی ذرائع ابلاغ پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ امریکی اداروں اور قیادت بھی یہودی اثرات کی زد میں ہے۔
یہودیوں کے مذہبی عقائد کے مطابق ان کے علاوہ سب انسان شیطان کی اولاد ہیں اور انہیں انسانی شکلیں
اللہ نے صرف اس لیے دی ہوئی ہیں کہ وہ یہودیوں کی خدمت مدارت کریں۔ یہ ان کی بدقسمتی ہے کہ وہ غیر
یہودیوں سے خدمت نہیں لے سکتے جن کی ان کے مذہبی عقائد نشاندہی کرتے ہیں۔ وہاں البتہ انہوں نے
[illegible] سے عیسائیوں کو جن کے آباؤ اجداد یہودیوں کے شدید مخالف تھے اور ان میں طویل ترین

جنگیں ہوتی رہیں کو اپنی خدمت کے لیے آمادہ کرلیا ہے یہودی ذہین اور لومڑی سے زیادہ چالاک قوم ہے۔

مسلمان اور عیسائی ہر وقت ان کے اہداف ہیں البتہ وہ باری باری ان دونوں کو آپس میں لڑا کر اپنا اصل مقصد کمال مہارت سے حاصل کر رہے ہیں۔ آج بھی وہ اپنے مقاصد کے لیے عیسائی قیادت قوت اور صلاحیت کو استعمال کر کے مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں۔ کل وہ کسی دوسری قوت کے ذریعے عیسائیوں کو بھی سبق سکھائیں گے۔ اپنے مذہبی عقائد کی پابندی کرنے سے کہیں یہ مطلب نہیں نکلتا کہ مسلمان دوسرے مذاہب کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ہاں اپنے نقطہ نظر کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے انہیں دعوت دینا سب کا حق ہے۔ عیسائی مشنری تمام مسلمان ملکوں میں تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ جب تک وہ تشدد کا راستہ اختیار نہ کریں انہیں کوئی نہیں روکتا۔ آپ مسلمانوں کو اسلام پر کاربند رہتے ہوئے زندگی گزارنے کا موقع دیں، وہ آپ کے لیے کوئی خطرہ نہیں۔ اگر کوئی اس دنیا کو اپنی جاگیر سمجھے، اس پر اپنی حکمرانی کے خواب دیکھے تو اسے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

آئیے ایک مثال سے یہ دیکھیں کہ اہل یورپ اسلام کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ چند سال قبل الجزائر میں جب اسلامک سالویشن فرنٹ نے بھاری اکثریت سے انتخابات جیت لیے تو مغربی ذرائع ابلاغ نے طوفان اٹھا دیا کہ مغربی تہذیب کو خطرہ ہے۔ ایک صحافی نے یہودی افکار کے ترجمان ہفت روزہ "ٹائم" میں اپنی خصوصی رپورٹ میں یہ انکشاف کیا کہ اسلامک فرنٹ والے لمبی لمبی داڑھیوں والے ..... علی الصبح مساجد میں نمازیں پڑھنے والے اور شراب سے نفرت کرنے والے ہیں۔ ان کی عورتیں مغربی تہذیب سے نفرت کرتی ہیں اور اپنی زینت چھپانے کے لیے پردہ کرتی ہیں۔ ان اوصاف حمیدہ کو انہوں نے "جرم" سے تعبیر کیا اور اس دور میں احیاء اسلام کی اس کوشش کو مغربی تہذیب کے لیے خطرہ قرار دے کر الجزائر میں جمہوری حکومت کا راستہ روکا اور وہاں ایک فوجی حکومت مسلط کی گئی۔ نہ صرف یہ بلکہ دیگر عرب ممالک کو بھی ڈرایا کہ اگر آپ نے انتخاب کروایا تو وہاں بھی بنیاد پرست قابض ہو جائیں گے۔ ساری دنیا میں آزادی اور جمہوریت کا راگ الاپنے والے، عرب ممالک میں ملوکیت کے پشتیبان بنے ہوئے ہیں۔ ان کی جمہوریت اور انسانی حقوق کا معیار اور اس "کاز" کے ساتھ کومٹمنٹ کمٹمنٹ ہے۔ اسے ہی مغرب کا دہرا معیار کہا جاتا ہے۔

اسلام اور مغرب دو مختلف تہذیبیں ضرور ہیں۔ ان میں ساز گار ماحول میں مقابلہ بھی ہونا چاہیئے۔ انسانوں کو ان کی بہتری کے لیے بہتر سے بہتر ماحول فراہم کرنا اور انہیں ایک مہذب فرد بننے میں مدد دینا، انسانی معاشرے کے ارتقاء کے لیے نیک شگون ہے۔ اگر مغربی تہذیب کو خطرہ ہے تو وہ اپنی اصلاح کریں نہ

کہ اپنے گناہوں کو چھپانے کے لیے دوسروں کو موردِ الزام ٹھہرائیں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسلمان بزدل اور بے غیرت نہیں بلکہ بہادر اور غیرت مند ملت ہے۔ اس نے کبھی کسی فرعون کے آگے سر نہیں جھکایا۔ وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دینا جانتے ہیں۔ انہیں عیسائیت کی طرح بزدلی اور کم ہمتی کا درس نہیں دیا جاتا۔ وہ دلیل کو دلیل سے ... تلوار کا تلوار سے اور گولی کا گولی سے جواب دیتے ہیں۔ دہشت گرد تو خود اہل مغرب ہیں۔ فلسطین، کشمیر، الجزائر، اراکان، بوسنیا اور چیچنیا میں ان کا کردار ایک اندھے دہشت گرد سے بھی بھیانک ہے۔ شرم و حیا سے عاری، انسانیت، انصاف، رواداری اور مساوات سے نابلد لوگ ہمیں تہذیب سکھانے کی باتیں کرتے ہیں۔

امت مسلمہ اگر اپنا مستقبل یاسر عرفات کی طرح کسی قاتل کے رحم و کرم پر چھوڑ دے تو وہ "نوبل ایوارڈ" کی مستحق قرار پائے گی۔ اگر وہ ظلم کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہے تو بنیاد پرست اور دہشت گرد ٹھہرے گی۔ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دشمن یہ کہیں تو بجا لیکن مقام افسوس ہے کہ کاسا بلانکا سربراہی کانفرنس بھی اس طرح کی قرارداد منظور کرکے اللہ کے عذاب کو دعوت دی گئی تھی۔ ہمیں اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان ممالک میں خواہ جمہوریت ہے یا بادشاہت یا کہیں فوجی آمر ہوں، سب ہی مغرب کے چیلے ہیں اور اسی کو خوش کرنے میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں، کاسا بلانکا کانفرنس کو اسلامی سربراہی کانفرنس کہنا بھی اسلام کی توہین ہے۔ مجھے قطعاً یہ یقین نہیں کہ ایسی قرارداد کوئی مسلمان تیار کر سکتا ہے۔ اس کا مسودہ اسرائیل یا واشنگٹن سے تیار ہو کر آیا ہوگا۔ جن ممالک نے اس کی مخالفت کی تھی، وہ بھی بس ایک کارروائی سے زیادہ کچھ نہیں ورنہ اسے ایجنڈے میں شامل کرنا ہی مشکل تھا۔ یہ ساری کانفرنس اس گناہ میں شریک رہی۔

ترجمہ :- پروفیسر ڈاکٹر حافظ سید خالد محمود ترمذی

ڈاکٹر عبدالکریم جرمانوس (ہنگری کا نو مسلم پروفیسر علوم اسلامیہ)

اپنی کہانی اپنی زبانی

ترکی زبان کی ایک کہاوت ہے" بن دیمك شیطان دیمکدر" یعنی جب تو نے کہا "میں" تو گویا شیطان نے کہا۔ لیکن بایں ہمہ آپ کے حکم کی تعمیل میں اپنی بات کہنے کے لیے معذور ہوں۔ یہ حقیر پر تقصیر بچپن میں کوئی ذہین طالب علم نہیں تھا لیکن اگر یہ کہیں تو صحیح ہوگا کہ ایک کند ذہن طالب علم تھا جسے پڑھنے لکھنے کی بہ نسبت کھیل کود سے زیادہ شغف تھا اور موسیقی سے تو عشق تھا۔ وقت گذرتا رہا اور پھر میں نے بوڈاپسٹ یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔ اسی اثناء میں پہلی عالمگیر جنگ چھڑ گئی اور میرا ملک ہنگری جنگ کا میدان بن گیا میں نے بھی اپنے ملک کے دفاع میں حتی المقدور حصہ لیا۔ جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد میں پھر یونیورسٹی میں واپس لوٹ آیا تاکہ اپنی ادھوری تعلیم مکمل کرسکوں۔ یہاں مختلف ممالک کی تاریخ کے مطالعے کے دوران تاریخ عرب میری نظر سے گذری خصوصاً "تاریخ نبوت محمد" نامی کتاب جب میں نے پڑھی تو میں اس دُرِّ یتیم کے متعلق یہ جان کر حیران و ششدر رہ گیا کہ جس کے ماں باپ بچپن میں فوت ہوگئے تو اس کا دادا اور پھر چچا نے اس کی پرورش کی اس کا اپنا خاندان اور قبیلہ اس کا دشمن تھا اہل وطن نے اس کی اس قدر مخالفت کی کہ بالآخر اسے اپنے مولد یعنی مکہ سے رات کی تاریکی میں ہجرت پر مجبور کردیا پھر مدینے میں بھی اسے چین سے نہیں رہنے دیا۔ یکے بعد دیگرے تین جنگیں اس غریب الدیار اور اس کے پیروکاروں سے لڑی جو جزیرۂ عرب کے کمزور و ناتواں اور غریب دبے ہوئے لوگ تھے لیکن کچھ زیادہ مدت نہیں گذری تھی کہ اس کا لایا ہوا دین نہ صرف تمام عرب میں پھیل گیا بلکہ وقت کی دو سپر طاقتوں یعنی قیصر و کسریٰ کو جن کا سکہ تمام عالم میں چلتا تھا اس کے ضعیف و مفلس پیروکاروں نے زیر و زبر کرڈالا۔ اسی وقت سے یہ محیر العقول دعوت اور اس کے عظیم داعی کی مسحور کن شخصیت میرے حواس، دل و دماغ اور خیالات و تصورات پر چھاگئی میں نے تعلیم تو مکمل کرلی لیکن بلا مشرق، دین اسلام اور مسلمانوں کے متعلق مزید جاننے کی طلب بڑھتی ہی گئی۔ پنڈت رتن پنڈوری نے کیا خوب کہا ہے ؎

بحر عدن میں لاکھوں لولوئے شاہوار کچھ رنگ روپ اور ہے دُرِّ یتیم کا (اضافہ از مترجم)

تعلیم مکمل کرنے کے بعد ترکی زبان سیکھنے کے لیے استنبول یونیورسٹی میں داخل لے لیا جہاں سے ترکی اور فارسی زبانوں میں درجہ تخصص حاصل کیا بعدازاں بوڈاپسٹ یونیورسٹی کے السنہ شرقیہ کے شعبہ میں پروفیسر مقرر کر دیا گیا۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ ترکی زبان کی تحصیل حقیقی مشرق اور اسلام کی دعوت کے متعلق آگاہی حاصل کرنے کے لیے ناکافی ہے۔ لہذا اس حیرت انگیز دعوت کے اصل منبع و مآخذ یعنی قرآن کریم کے مطالعہ کا ارادہ کیا تو مجھے انگریزی میں دو ترجمے دستیاب ہوئے ایک میکادو کا ترجمہ تھا دوسرا ملکہ وکٹوریہ کے لیے کیا گیا تھا لیکن جب انکا مطالعہ کیا تو دونوں ترجمے بے روح اور بے جان سے لگے اور قرآن کے الہامی اسلوب کے حسن وجمال اور عربی زبان کی فصاحت و بلاغت سے عاری۔ اس لیے عربی لغات اور کتب کی مدد سے عربی زبان سیکھی اور قرآن مجید کے روح پرور اور ایمان افروز معانی تک رسائی حاصل کی۔ اپنی کتابوں اور لغات کی مدد سے مشہور عربی تفسیر بیضاوی کا کچھ حصہ پڑھا نیز تاریخ اسلام، عربی ادب اور حدیث شریف کی بہت سی کتابیں پڑھ ڈالیں تو یہ احساس ہوا کہ قرآن کریم کا یہ بیان اور فرمان واقعی حق ہے کہ اس میں باطل کسی راستے سے بھی راہ نہیں پا سکتا۔ لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ نیز یہ حقیقتاً ایک دانا و بینا اور تعریف کئے ہوئے کا نازل کردہ ہے اور ہدایت فلاح ہے۔

بلادِ مشرق کی سیر و سیاحت اور قبولِ اسلام

بعدازاں دین اسلام اور مسلمانوں کے متعلق مستشرقین کی آراء اور خیالات جاننے کے لیے انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور اطالوی زبانیں سیکھی پھر مشرقی ممالک کی سیر و سیاحت شروع کی تو چار مرتبہ ترکی گیا۔ پھر مجھے ہندوستان کے مشہور شاعر رابندرناتھ ٹیگور نے اپنی قائم کردہ شانتی نکتین یونیورسٹی میں پڑھانے کی دعوت دی میں نے وہاں تین سال تک پڑھایا اور اسی اثناء میں ہندوستان کے طول و عرض میں گھوما پھرا۔ بالآخر یہیں مجھے اسلام کی وہ روشنی وہ نور نصیب ہوا جس کی تلاش و جستجو میں میں مارا مارا پھر رہا تھا اور جس کی چنگاری "تاریخ نبوت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" نامی کتاب نے میرے اندر سلگادی تھی۔ جامع مسجد دہلی میں مشہور مسلم رہنما ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی دعوت و ترغیب پر ہزاروں مسلمانوں کی موجودگی میں اسلام قبول کیا۔ میرا اسلامی نام عبدالکریم جرمانوس رکھا گیا۔ یہ جمعہ کا مبارک دن تھا۔ جمعہ کا خطبہ بھی اس حقیر نے دیا۔

سوئے حرم

قبول اسلام کے بعد میرے اندر بلادِ عرب یعنی مصر و حجاز دیکھنے کی آرزو اور سوا ہو گئی تین سال کی کوشش بسیار کے بعد بالآخر میری تمنا بر آئی۔ اسکندریہ کی بندرگاہ پر مصری قلیوں کی عربی میں گفتگو میرے کانوں کو بہت بھلی لگی۔ ایام حج تک قاہرہ میں قیام رہا اور بھ

عازم حجاز مقدس ہوا۔

شیخ ازہر سے ملاقات قیام مصر کے دوران ایک روز شیخ ازہر سے ملنے گیا تو دفاتر میں جیسا آج کل ہوتا ہے کہ سیکرٹری نے مجھے ایک چٹ دی جس پر میں نے اپنا نام پتہ اور ملاقات کا مقصد تحریر کیا وہ چٹ شیخ ازہر کے پاس گئی تو اس نے مجھے اندر بلالیا جب میں شیخ ازہر سے ملا تو میں نے اس کی توجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث مبارک کی طرف دلائی (لتتبعن سنن من قبلکم شبراً بشبر و ذراعاً بذراع حتی لو دخلوا جحر ضب لدخلتموہ)

ترجمہ:۔ تم قدم بہ قدم اپنے سے پہلی امتوں کے طور طریقے اپناؤ گے حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی ضرور ایسا ہی کرو گے۔ آج یہ بات سچ ہو رہی ہے۔ تم عیسائیوں کے طور طریقے اور تہذیب و تمدن اپنا رہے ہو جب کوئی تمہارا مسلمان بھائی تمہیں ملنے آتا ہے تو تم پہلے اسے انتظار کراتے ہو۔ نام پتہ پوچھتے ہو پھر مرضی ہوتی ہے تو ملتے ہو ورنہ تمہارا سیکرٹری (دربان) کوئی بہانہ گھڑ لیتا ہے اور اسے نامراد جانا پڑتا ہے۔ جب کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے جلو میں مسجد نبوی میں بیٹھتے تھے دور و نزدیک سے جب کوئی بدو دین کے مسائل پوچھنے آتا تو اسی کے لیے اہل مجلس دیدہ و دل فرش راہ کرتے اور سر مجلس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے ساتھ تواضع اور نرمی کا سلوک کرتے آپ بھی اسی نبیؐ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت کے امین ہیں تو آپ ان کی سنت مطہرہ پر عمل کرنے کی بجائے عیسائیوں کے طور طریقے کیوں اپنائے ہوئے ہیں! شیخ ازہر کے پاس میرے اس سوال کا سوائے خاموشی کے کوئی جواب نہ تھا احقر مصر کے دیگر علماء اور ادیبوں سے بھی ملا اور وہاں کے مقامی رسائل و اخبارات میں متعدد مقالات و مضامین لکھے جن میں اسلام اور قرآن کریم کے متعلق اپنے دلی احساسات و جذبات کا اظہار کیا تھا۔

حج بیت اللہ ایام حج میں حجاز مقدس کا عزم کیا جب وہاں یعنی پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد پاک پہنچا تو اسے ویسا ہی پایا جیسا کہ تاریخ کی کتابوں میں پڑھا تھا کھجوروں کے باغ بالوں کے خیمے اور اونٹوں کی بہتات یہ مناظر مجھے بہت اچھے لگے۔ اللہ کے گھر کا دیوانوں کی طرح طواف کیا۔ پیارے حبیبؐ کے روضۂ اطہر پر حاضری دی۔ قیام حجاز کے دوران مملکت سعودی عرب کے بانی جلالۃ الملک عبدالعزیز آل سعود سے بھی ملا اپنے ہم عصروں میں شجاعت، فہم و فراست اور حسن اخلاق کے لحاظ سے وہ ایک منفرد شخصیت کے مالک تھے اور ان سے متاثر ہو کر ان کے فضائل و محاسن پر بھی ایک بہت پُر اثر مضمون سپرد قلم کیا تھا جو عربی رسالے ”صوت الحجاز“ میں شائع ہوا۔

اللہ اکبر

چار سال کی صحرا نوردی ازمین سال ہندوستان میں تعلیم و تدریس اور اس کی سیاحت اور ایک سال بلاد مقدس میں قیام اکے بعد جب سے اپنے وطن واپس لوٹا ہوں تو بوڈاپسٹ یونیورسٹی میں علوم اسلامیہ کی تعلیم و تدریس پر مامور ہوں وطن واپسی پر "اللہ اکبر" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی اسے سفر نامہ حجاز کہہ لیں جس میں مصر و حجاز کے سفر کے حالات و واقعات اور مناسک و فرائض حج بیان کئے ہیں۔ اس کے آغاز میں اسلام کی تاریخ بیان کی ہے اور دور جاہلیت سے لے کر موجودہ دور تک منتخب عربی اشعار کا منظوم ترجمہ بھی شامل ہے اس طرح یہ کتاب عربی ادب کی بھی ایک اہم دستاویز ہے۔ یہ کتاب ہنگری زبان میں لکھی تھی جس کا ترجمہ جرمنی اطالوی اور دوسری یورپی زبانوں میں بھی ہوا۔

تاریخ الادب العربی اور دیگر تصنیفات

ایک ضخیم کتاب "تاریخ الادب العربی" کے نام سے لکھی۔ شاعر ابن رومی پر ایک کتاب جرمنی زبان میں لکھی جس میں اس کے منتخب اشعار کا ترجمہ و تشریح بھی ہے یہ شاعر یورپ میں چونکہ غیر معروف ہے اس لیے احقر نے اپنا یہ فرض جانا کہ اس نابغہ روزگار شاعر کو مغرب سے متعارف کرائے اللہ کریم نے کتاب کو یورپ میں بڑی مقبولیت سے نوازا۔

علاوہ ازیں ریڈیو بوڈاپسٹ سے اور بوڈاپسٹ یونیورسٹی اور ہنگری کی مختلف علمی و ادبی محفلوں میں عربی ادب اور اسلامی موضوعات پر بکثرت تقریریں کی ہیں نیز ترکی ادب، فارسی ادب اور خصوصاً عربی ادب پر بہت سے مقالے لکھے ہیں۔ کئی سالوں سے انگریزی زبان میں ایک ضخیم کتاب ان عربی ادیبوں کی خدمات جلیلہ کے بارے میں لکھ رہا ہوں جو ہجرت کر کے امریکہ میں آباد ہیں، میری رائے میں خود امریکی ادب میں ایسی کوئی بات ہے ہی نہیں جسے ادب کہا جا سکے یعنی امریکی ادب میں ادب نام کی کوئی چیز نہیں سوائے عربی ادب کے اور ان عربی ادیبوں نے ادب میں ایسے جدید اسلوب تخلیق کئے ہیں اور ایسے جدید انداز میں مضمون باندھے ہیں کہ وہ ادب کی ایک نئی صنف بن گئے ہیں۔ اسی طرح دو سالوں کی تگ و دو کے بعد شعر جاہلی سے انتخاب شائع کیا ہے۔ جس میں ڈیڑھ سو شاعروں کے حالات اور ان کے اشعار جمع کئے ہیں۔

اس کے بعد ایک اور ضخیم کتاب لکھنے کے بارے میں غور و خوض کر رہا ہوں جس میں نپولین کے حملے کے بعد سے لے کر موجودہ دور تک عربوں نے جو ترقی و عروج حاصل کیا اس کا حال بیان ہوگا اس کی ضخامت اندازاً ایک ہزار صفحات تک پہنچنے کی امید ہے۔

اعزازات

عربی ادب اور اسلام کی اشاعت کے سلسلے میں احقر کی ان حقیر مساعی کی وجہ سے قاہرہ کی مجمع اللغۃ العربیۃ نے رکن منتخب کیا ہے۔ عراق کی مجمع العلمی کا رکن ہوں اور ہنگری

ی اور مستشرقین کی انجمن کا بھی رکن ہوں۔ قاہرہ کی مجلس برائے جدید عربی ادب کا رکن ہوں۔

میرے عقائد و نظریات

اپنے وسیع مطالعے اور عمیق مشاہدے کی بناء پر میرا یہ عقیدہ ہے کہ دنیا میں اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو منزل من اللہ ہے اور ہر قسم کی تحریف سے محفوظ ہے جس میں تمام بنی نوع انسان کی فلاح و صلاح مضمر ہے۔ یہ ایک سادہ اور بڑا واضح مذہب ہے اس کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا دونوں بہت ہی آسان ہیں (ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر) دنیا کے دیگر مذاہب کی طرح یہ رسوم و رواج کا پیچیدہ گورکھ دھندا نہیں ہے۔ نہ اس میں کسی بھی قسم کا ابہام و غموض ہے۔ یہ زندگی کے تمام مسائل اور مشکلات کا فطری حل تجویز کرتا ہے یہ زندگی کے مسائل سے فرار نہیں سکھاتا بلکہ اسے فطری انداز میں گزارنے کی تعلیم دیتا ہے یعنی یہ انسانی فطرت کے قریب ترین دین ہے نیز اس میں رہبانیت نہیں ہے (لا رھبانیۃ فی الاسلام) میرا ایمان ہے کہ اس دین مبین کی وساطت سے اللہ سبحانہ تک ہر مومن کی رسائی بغیر کسی واسطے اور وسیلے کے ہوتی ہے۔ نیز یہ اتنا آسان دین ہے کہ ایک عام انسان بھی جس طرح اپنے نفس سے دوسروں کی بہ نسبت خوب آگاہ ہوتا ہے اسی طرح اس سے آگاہ ہو کر اور سمجھ کر باآسانی اسے دوسروں کو سمجھا بھی سکتا ہے۔

اسلامی مساوات

اسلام کی سب سے اہم تعلیم یہ ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں خواہ وہ دنیا کے کسی علاقے کے رہنے والے ہوں کسی رنگ کسی نسل کے ہوں کسی قوم قبیلے کے ہوں سب کو ایمان کے رشتے سے اخوت و بھائی چارے اور مساوات کی ایک لڑی میں پرو دیتا ہے جیسے تسبیح کے دانے یا کنگھی کے دندانے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر فوقیت و فضیلت حاصل نہیں مگر تقویٰ کی بنیاد پر جب کہ اس کے برعکس نام نہاد مہذب دنیا عصبیت اور قوم پرستی اور نسلی امتیاز کی ضلالت و گمراہی میں غرق ہے اور اس کی دیکھا دیکھی امت مسلمہ بھی اسی عفریت کے ظالمانہ پنجوں کی گرفت میں ہے اسی نسلی پرستی کی بدولت اقوام عالم دو ہولناک عالمی جنگوں سے دوچار ہو چکی ہیں اور تیسری عالمی جنگ کے خوف سے لرزاں و ترساں ہے جس سے بچنے کا واحد راستہ اسلام ہے

بعثت نبوی ﷺ

تاریخ انسانی کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو تاریخ انسانی میں بہت سے اہم واقعات رونما ہوئے ہیں اور کئی اہم موڑ آئے ہیں۔ ان میں سب سے اہم واقعہ فخر موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہے ان کے لائے ہوئے دین مبین اور ان کی سنت مطہرہ کی پیروی میں انسانیت کی سعادت و نجات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر مبعوث ہوئے

وہ ترقی پسند دین ہے رجعت پسند مذہب نہیں ہے اس دین کی بدولت انسان روحانی ترقی کے اعلیٰ مدارج طے کرتا ہے اور اسی روحانی ترقی کا مرکز مکہ البلد الامین ہے جہاں حج کے ایام میں تمام عالم سے ہر ملک و ملت اور ہر علاقے کے مسلمان بلا امتیاز رنگ و نسل اور ہر طبقے سے تعلق رکھنے والے حجاج بلالحاظ دولت و ثروت اور امارت و غربت　　ایک جیسے لباس میں ملبوس اللہ جل شانہ کے دربار میں حاضر ہو کر اسلامی مساوات کا عظیم اور عملی مظاہرہ پیش کرتے ہیں۔ یہ حقیر ہنگری کا باشندہ ہوتے ہوئے اسلام کے رشتے کے ناطے عالمگیر اخوت کی چاشنی محسوس کرتا ہے۔ اور ان سب مسلمانوں کا بھائی ہے جو یہ ایمان رکھتے ہیں کہ کائنات کی ہر شے یہ ارض و سما یہ شمس و قمر اور ستارے سیارے سب اللہ کے قانون کے تابع ہیں نہ کہ مادی قوانین کے۔ اور مادہ (MATE) روحانیت اور عقلیت کے تابع ہے۔ مادہ ہر دم تغیر پذیر ہے اس کی شکل، رنگ اور عناصر ترکیبی تغیر پذیر ہیں جوہر (ATOM) کا پہلے یہ نظریہ تھا کہ یہ ناقابل تقسیم ہے (ڈالٹن اٹامک تھیوری کے مطابق) پھر یہ تین حصوں نیوٹران پروٹان اور الیکٹران) میں تقسیم ہوا جدید ترین تحقیق کے مطابق یہ تیس سے زائد حصوں میں تقسیم ہوا واللہ اعلم ابھی یہ مزید کتنے حصوں میں تقسیم ہوگا۔ یونانی فلسفی ہراقلیطوس نے کہا تھا۔ کائنات کی ہر شے تغیر پذیر ہے ہر چیز اپنے جوہر کے لحاظ سے تبدیل ہوئی ہے سوائے اللہ کی ذات کے۔

آج کا انسان مادی ترقی کے بل بوتے پر چاند پر کمند ڈال چکا ہے لیکن اخلاقی اور روحانی ترقی کے لحاظ سے وہ صفر ہے مادی ترقی میں انسانیت کی نجات نہیں ہے بلکہ مادیت پرستی نے تو اسے نسل پرستی کے جنون میں مبتلا کیا جس نے انسانیت کو دو تباہ کن عالمی جنگوں سے دوچار کیا اور تیسری عالمی جنگ سے بچنے کا صرف ایک راستہ ہے کہ انسان خدائے واحد و یکتا پر اور اس کے بھیجے ہوئے دین متین پر ایمان لے آئے اور اسلامی اخوت و مساوات کی حبل متین،، (مضبوط رسی) کو مضبوطی سے تھام لے جو سب برائیوں سب چڑھائیوں (　　) اور سب مظالم سے محفوظ رہنے کے لیے مضبوط قلعہ ہے۔ اور صرف اس ذات عالی کی گرفت اور پکڑ سے ڈرے کہ راس الحکمۃ مخافۃ اللہ۔ یعنی دانائی کی بنیاد اللہ کا خوف ہے۔

اعتراف حقیقت | اپنی طویل کہانی اس اعتراف پر ختم کرتا ہوں کہ یہ حقیر سولہ سال کی عمر سے سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور عربی ادب کے مطالعے اور انکی اشاعت میں کوشاں ہے آج میری عمر ۸۰ (اسی) سال کے لگ بھگ ہے لیکن ابھی یہ تمنا اور آرزو ہے کہ اگر اتنی ہی عمر اور مل جائے تو وہ بھی اشاعت اسلام، علم کا نور عام کرنے اور عربی ادب کی خدمت میں گذار دوں۔ نیز یہ کہ گو اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک عیسائی گھرانے میں پیدا کیا لیکن میں اسکا بے حد و حساب شکر گذار ہوں کہ اس نے مجھے اسلام کی لازوال نعمت اور نور سے سرفراز فرمایا اور اسی پر عمل کی توفیق ارزانی فرمائی کہ میری آپ کی اور ساری انسانیت کی فلاح اسی دین مبین پر عمل کرنے میں ہے۔

جناب شبیر احمد صاحب

عارف باللہ حضرۃ مولانا محمد اشرف صاحبؒ

مشاہدات و تاثرات

ہمارے حضرتؒ ایک جامع الصفات شخصیت تھے اس لیے ان کے کسی ایک رنگ پر قناعت کرنا ناسمجھی ہوگی۔ حضرتؒ بیک وقت ایک درویش، ایک جید عالم، ایک کامیاب پروفیسر، ایک صاحب طرز ادیب اور ایک قابل رشک مدبر تھے۔ حضرتؒ میں وسیع الظرفی اس درجے کی تھی کہ جو آج کل کے صوفیاء کرام میں تقریباً ناپید ہے۔ اس قسم کی وسیع الظرفی کے بغیر تحریکی بنیادوں پر کوئی کام کرنا ممکن نہیں رہتا۔ حضرتؒ نے اپنے ساتھیوں کو کسی بھی بزرگ کے پاس بھی بیٹھنے سے منع نہیں فرمایا سوائے ان کے جن کا باطل پر ہونا حضرت کے نزدیک مسلم تھا اور اس معاملے میں پھر حضرتؒ کسی قسم کی مداہنت سے پاک وشفاف رائے بیان فرماتے۔ حضرتؒ کی ذات میں اخروی اور دنیاوی علوم کا ایک عجیب سنگم تھا جس کی وجہ سے آپ ان حضرات کو جو مختلف دنیاوی تخصصات سے معمور ہوتے ان کی تخصصات کو دین کے لیے استعمال کرنے میں کوشاں رہتے۔ آپ علوم دینیہ کی بالادستی کے پرزور مبلغ ہونے کے باوجود کسی کو دنیاوی علوم کی تحصیل سے نہیں روکتے تھے۔ ہمارے سامنے ایک بچہ لایا گیا جس کے بارے میں یہ شکایت تھی کہ یہ قرآن کے حفظ میں سستی کر رہا ہے۔ آپ نے اس بچے سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ بیٹا کیوں اس نعمت سے خود کو محروم کر رہے ہو۔ مزید فرمایا کہ بیٹا قرآن کے ایک لفظ تک تمام پی ایچ ڈی ڈگریاں نہیں پہنچ سکتیں۔ پھر ایک عالم کے بارے میں فرمایا کہ فرمایا کرتے تھے کہ تمام کتابیں جو میں نے پڑھی یا پڑھائی ہیں وہ ایک طرف اور قرآن جو میرے سینے میں ہے وہ دوسری طرف۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ قرآن کی برکت سے بخشش ہو جائے گی۔

آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ عشق تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی جب حضرت کی زبان پر آتا تو عجیب وجد آفریں لہجے میں فرماتے۔ میرے آقا۔ (ایسی باتوں کے لیے اب یہ کان شاید ترستے ہی رہیں گے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس عشق کا نتیجہ ہی تھا کہ حضرت درود شریف پڑھنے پر بہت زور دیا کرتے تھے اور جو حضرات درود شریف پھیلانے میں کوشاں رہتے ان کے ساتھ بڑی محبت تھی۔ حضرت صوفی اقبال مدنی صاحب مدظلہ کے ساتھ بہت محبت کرتے تھے۔ حضرت صوفی صاحب کی کتاب الحظور المجموعہ پر تقریظ لکھوانے کے لیے بندہ خود حاضر ہوا تھا۔ حضرت اس معذوری کی حالت

میں ظہر سے مغرب تک تقریظ لکھنے میں مشغول رہے مجھے روک کر فرمایا آج ہی لے جاؤ اور واقعی میں مغرب کے بعد تقریظ اپنے ساتھ لے کر ہی رخصت ہوا۔ تقریظ کو دیکھنے ہی سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنا عشق تھا۔ ایک دفعہ حضرت کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ نے اچانک فرمایا کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ کرنے کا طریقہ بتاؤں؛ ہم سب متوجہ ہوکر درخواست کرنے لگے کہ ضرور۔ حضرت نے درود شریف پڑھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہماری طرف متوجہ ہوگئی۔ اور یوں حضرت نے عملی طور پر درود شریف پڑھنے کی تعلیم دی۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا حضرت میں وسیع النظری بہت تھی اس لیے علماء پر بلاوجہ تنقید پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک موقعہ پر بندہ نے عرض کیا کہ حضرت! فلاں عالم نے جو یہ بات لکھی ہے یہ تو فلاں مسلمہ قاعدے کے خلاف ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ عالم کے مجموعی اعمال کو دیکھو اس کا اگر ایک جزو میں نظریہ غلط بھی بن گیا ہے تو اس کو غلط تسلیم کرتے ہوئے اس عالم کے لیے جتنی گنجائش نکل سکتی ہے نکال لینی چاہیئے۔ اس طرح ایک دوسرے موقع پر بندہ نے عرض کیا کہ فلاں گروپ نے فلاں چیز اپنی کتاب سے نکال دی جو کہ بہت ضروری ہے۔ حضرت بھی اس کو بہت ضروری سمجھتے تھے اس لیے حضرت نے اس کو اپنی کتاب میں باقی رکھنے کے باوجود یہ فرمایا۔ ع

امور مملکت خویش خسرواں دانند

اور خاموش ہوگئے۔

حضرتؒ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کا درس دیا کرتے تھے لیکن ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے سنت عادیہ (اسباب) کی قدر کرنے پر بھی زور دیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ پاس کچھ بھی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ تو ایک بچہ بھی کر سکتا ہے، مردوں کا توکل یہ ہے کہ پاس سب کچھ ہو لیکن بھروسہ اللہ پر ہو۔ فرماتے تھے کہ توکل کا مطلب یہ ہے کہ جو اپنے پاس ہے اس کی نسبت اس سے زیادہ اس پر بھروسہ کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس ضمن میں حضرت یعقوبؑ کی مثال دیا کرتے تھے کہ کیسے تدبیر و توکل کو جمع فرمایا کہ بیٹوں سے ارشاد فرمایا کہ متفرق دروازوں سے داخل ہو جاؤ لیکن واضح فرمایا کہ ہوگا وہی جو اللہ تعالیٰ چاہے گا۔

حضرتؒ کی تربیت میں زیادہ تر جوان تھے اس لیے جوانوں کی نفسیاتی پس منظر سے بہت باخبر رہتے تھے اور باتوں باتوں میں جوانوں کے ان امور کی اصلاح فرمایا کرتے تھے جن سے ان کو جوانی میں زیادہ واسطہ پڑتا ہے۔ فرماتے تھے کہ ہم لوگوں کا تقویٰ اور للہیت یہ نہیں کہ دنیا سے کنارہ کش ہوکر جنگل کا رخ اختیار کریں بلکہ ہماری للہیت یہ ہے کہ حسن ہو شباب ہو دعوت ہو موقع ہو اور پھر ہم کہیں کہ ہمیں اللہ کا ڈر مانع ہے۔

حضرت اپنے متعلقین کو بزرگ بننے کے تصور سے بھی بچانے کی کوشش فرماتے تھے تاکہ مسلمان ان چیزوں سے بچتا ہوا سادہ اور عملی مسلمان بن جائے اسی طرح اپنے مریدین کو صرف ذرائع میں منہمک ہوکر مقصد کو فراموش کرنے سے بچاتے تھے۔ کیونکہ ایک دفعہ اگر کوئی مقصد کو چھوڑ کر ذرائع میں منہمک ہو جائے تو پھر اس سے نکلنا آسان نہیں ہوتا۔ ایک مجلس میں فرمایا کہ ہم وہ لوگ نہیں ہیں کہ ہم سے ملائکہ کی صفات کا مطالبہ کیا جائے اگر وہ ہوتے تو ان میں پیدا کیے جاتے۔ ہمیں بس اتنا کرنا چاہیئے کہ گناہ سے بچیں، گناہ نہ کریں۔

حضرت سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ حضرت جو آپ کے قریب ہوتے ہیں انہی کو فائدہ زیادہ ہوتا یا جو کبھی کبھی آتے ہیں ان کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ مربی حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس کو جتنا نوازنا چاہتے ہیں نواز دیتے ہیں۔ حضرت وقت کے فتنوں پر کڑی نگاہ رکھتے تھے اس لیے جب بھی کسی فتنے کا احساس فرماتے تو فوراً اس کے سدباب کے لیے کوشش فرماتے۔ ہمیں یاد ہے کہ حضرت اپنی مجلسوں میں "قادیانیت رافضیت، خارجیت، پرویزیت اور مودودیت کا کیسے بلیغ رد فرماتے اور ان کا ابطال ایسے ذہن نشین کرا دیتے کہ بعد میں چاہے یہ فتنے کسی بھی رنگ میں ظاہر ہوں حق کے طالب سے چھپ نہیں سکتے تھے۔

بندہ نے ایک دفعہ حضرت سے پوچھا کہ حضرت بخاری شریف پڑھ لوں فرمایا کہ کسی عالم سے سبقاً سبقاً پڑھ لو ویسے نہ پڑھو۔ بعد میں پتہ چلا کہ خود احادیث شریف کی کتابیں بغیر استاد کے پڑھنے سے ان میں تطبیق میں مشکل پیش آسکتی ہے جس سے فقہاء کے ساتھ پہلے بدگمانی ہوتی ہے جو بعد میں خود رائی اور بڑھ کر الحاد پر بھی منتج ہو سکتی ہے۔ ایک دفعہ حضرت سے پوچھا کہ تقویت الایمان پڑھ لوں حضرت خاموش رہے دوبارہ پوچھنے پر فرمایا کہ پڑھو اور خوب پڑھو تاکہ شبہ نہ رہے۔

حضرت تصوف میں ارشاد کے ایک خاص منصب پر فائز تھے اس لیے بڑے بڑے حضرات بھی بعض اذکار کے بارے میں حضرت کو لکھتے تھے اور حضرت ان کو شافی جواب دیتے۔

ذکر سلوک کے بارے میں حضرت کی اپنی ایک تحقیق تھی۔ حضرت اپنے مریدین کو ذکر مروجہ ضربوں کے ساتھ نہیں بتاتے تھے بلکہ بیرون سے ضرب کے بجائے اندرونی [illegible] کے ذریعے دل کو متحرک کرواتے تھے جس سے دل بہت آسانی کے ساتھ ذکر سے متاثر ہو جاتا ہے۔

قرآن پاک کے ساتھ حضرت کو جو عشق تھا وہ حضرت کے جاننے والوں سے مخفی نہیں۔ رمضان شریف میں حضرت تمام معمولات روک دیتے تھے اور صرف قرآن پاک کے سننے اور پڑھنے میں مصروف رہتے۔ آپ کے ہاں تراویح میں پانچ دفعہ ختم قرآن کا معمول کچھ اس طرح تھا کہ پہلی دس راتوں میں ایک،

(بقیہ صـ۳۶ پر)
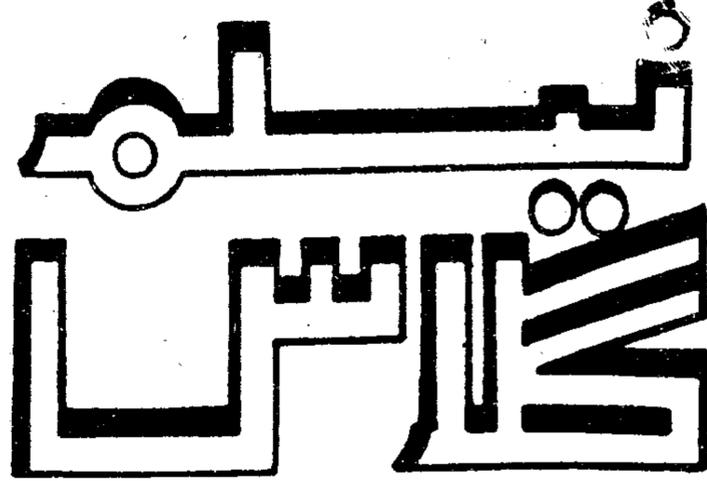
ngi

نیلم گلاس

الحق کے سوالنامے کے جواب میں

مغرب کی لادین جمہوریت کی ناکامی کے بعد اسلامی انقلاب کا لائحہ عمل کیا ہو؟

(۳)

حضرت مولانا قاری سعید الرحمن صاحب مدظلہ

اسلام ایک مکمل مذہب ہے، جو انسان کے انفرادی و اجتماعی زندگی کے بارے میں بھرپور رہنمائی کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حیاتِ طیبہ میں ہم مسلمانوں کے لیے ہر معاملہ میں درس پوشیدہ ہے قرآن کریم میں ارشاد ہے "اِنَّ الدین عند اللّٰہِ الاسلام"، کہ اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" بیشک تمھارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے۔ ایک اور آیت میں جو قرآن کریم کی آخری آیتوں میں سے ہے "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا"

آج میں نے تمھارے لیے تمھارے دین کو مکمل کردیا اور اپنی نعمت کو پورا کردیا اور اسلام کو بطور دین تمھارے لیے میں نے پسند کرلیا۔ جس دین کی تکمیل کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے وہ ایسا دین ہوگا جو انسانی زندگی کے سب زاویوں کے لیے محیط ہو۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت امام مسلم و امام احمد نے نقل فرمائی ہے کہ بعض مشرکین نے ان سے بطور استہزاء و مذاق کہا کہ تمھارے ساتھی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو قضائے حاجت کے طریقے بھی بتلاتے ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے (فخر بہ طور پر) فرمایا کہ ہاں آپ نے ہمیں استقبال قبلہ، دائیں ہاتھ سے استنجاء اور ہڈی وغیرہ سے استنجاء سے منع فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دین کی بظاہر چھوٹی باتیں امت کو بتلائی ہیں تو وہ معاملات جن کا تعلق مسلمانوں کی اجتماعی و سیاسی زندگی سے ہو کیا اس بارے میں آپ کی تعلیمات خاموش ہوں گی۔

سیاست و حکومت انسانی زندگی کے اہم شعبے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی اس بارے میں ہمارے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ مکی زندگی مظلومانہ تھی۔ مسلمان تعداد میں کم تھے۔ کافروں کا غلبہ

تھا۔ اور اس ماحول میں انفرادی زندگیوں کو درست کرنے، مصائب جھیلنے اور شدائد کو برداشت کی تربیت ہو رہی
تھی۔ مدنی زندگی کا ماحول مختلف تھا، کفر کے مقابلہ میں صبر کے بجائے جہاد کا حکم تھا۔ اور اس کے نتیجہ میں
پورے عرب اور فتح مکہ کی نوید و بشارت آپ کو اللہ کی طرف سے سنائی جا رہی ہے۔ صلح حدیبیہ سے
ایک گونہ یکسوئی کے بعد آپ نے اپنی دعوت کو پوری دنیا میں پھیلانے کے لیے اس دور میں دنیا کی بڑی
چھوٹی طاقتوں کو نامہائے مبارکہ کے ذریعہ متوجہ فرمایا وہ دین جو صرف محدود دائرہ کے لیے نہیں بلکہ
"یا ایھا النّاس انّی رسول اللہ الیکم جمیعاً" کے ذریعہ پوری دنیا کی ہدایت آپ کا مقصد
بعثت تھا۔ کیا اس دعوت میں اصول حکمرانی اور قوانین جہانبانی نہ ہوں گے۔

خلافتِ راشدہ کے دور میں حضراتِ صحابہ کرام رضؓ نے دنیا میں سیاست اور حکومت کے دائرہ میں
وہ کارنامہائے زریں انجام دیئے جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے۔ اور اسلام کی اشاعت اور نشاۃ کیلئے
یہ سب سے بہترین دور تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تو سیاسی تمدن اور تہذیبی ترقی کا مایۂ ناز
زمانہ تھا۔

آج کے دور میں جو نظامہائے حکومت رائج ہیں ان میں پارلیمانی نظام۔ صدارتی نظام۔ شاہی نظام اور
آمرانہ نظام قابلِ ذکر ہیں۔ شاہی اور آمرانہ نظام موجودہ دور میں چند ایشیائی ممالک میں قائم ہیں اور ان کو بالعموم
قدر کی نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا کہ عوام کی رائے کو اس میں دخل نہیں ہوتا۔

صدارتی اور پارلیمانی نظاموں کو موجودہ دور میں مجبوری اور معیاری سمجھا جاتا ہے۔ پاکستان کے سیاسی
لیڈروں کی خصوصی توجہات کا مرکز پارلیمانی نظام ہے، اور اس نظام کو اپنے سب مسائل کا حل سمجھتے ہیں
جب کہ اس نظام نے اس ملک کو جو کچھ دیا ہے وہ پوری قوم پر عیاں ہے۔ پارلیمانی نظام کی کامیابی کا انداز
قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کی کارکردگی سے بآسانی کیا جا سکتا ہے۔ آج کے دور میں افراتفری۔
مہنگائی، ہارس ٹریڈنگ اور وفاداریوں کی تبدیلیاں پارلیمانی نظام کے ثمرات ہیں۔

نیز یہ نظام ملک کے اساسی اقدار یعنی اسلام اور دین حق کی ترویج میں ایک زبردست رکاوٹ
ثابت ہو رہا ہے۔ اب تو اسمبلیوں میں اسلام کا نام لینا ایک نامانوس بات سمجھا جاتا ہے۔ دین سے استہزاء
اور شعائر اسلام سے تمسخر تک ان اداروں میں روا رکھا جاتا ہے۔ ایک عام شخص جو دین سے محبت رکھتا
ہے وہ یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ جس مقصد کے لیے یہ ملک بنا تھا اور تقسیم ملک کے وقت پاکستان کے لیڈرز
نے جو دعوے کیے تھے وہ اب خواب ثابت ہو رہے ہیں اس لیے اس میں شک نہیں کہ یہ نظام اس ملک
کو اسلام نہ دے سکا، نہ عوام کی امنگوں کا ترجمان بن سکا۔ اب اس ملک میں کس نظام کے تحت اسلام کا

گارڈی کو رواں دواں کیا جائے ۔ اور وہ روحانی کرب جو یہاں کے بکیتوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے اس کی تسکین کا سامان کیا جائے جہاں تک پارلیمانی نظام کا اسلام سے تعلق کا مسئلہ ہے تو اس کی بنیاد ہی اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے ۔ اس نظام میں خود امیدوار انتخاب پر کھڑا ہوتا ہے اور بزعم خود سب امیدواروں سے اپنے آپ کو بہتر ثابت کرکے ووٹ کا حقدار ثابت کرتا ہے ۔ اسلام نے سیاست کے بھی کچھ آداب تجویز کیے ہیں ۔ اور بے ہنگم سیاست بازی پر کچھ پابندیاں عائد کی ہیں۔ مثلاً موجودہ سیاست کی بنیاد ہی اسی بات پر قائم ہے کہ ایک شخص اقتدار طلبی کے لیے کھڑا ہو، اپنی پارٹی بنائے ، اپنا پروگرام قوم کے سامنے رکھے ۔ اور قوم سے اپیل کرے کہ اس کو ووٹ دے کر کرسیٔ اقتدار پر فائز کیا جائے ۔ اس کے بعد وہ جانے اور قوم کے مسائل

اب دیکھیے کہ اسلام اقتدار طلبی کے مزاج ہی کی جڑ کاٹ دیتا ہے اسلام اقتدار کی خواہش کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ یہ ذمہ داری معاشرہ پر ڈالتا ہے کہ وہ ایسے افراد کو آگے لائے جو "لا یریدون علواً فی الارض ولا فساداً" (جو نہیں چاہتے زمین میں اونچا ہونا اور نہ فساد) کے معیار پر پورے اتریں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسے شخص کو جو عہدہ کی درخواست لے کر آئے عہدہ نہیں دیتے تھے ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہاتھ جوڑ جوڑ کر اور منتیں کر کر کے حضرات صحابہ رض کو عہدے دیتے ہیں ۔ حضرت عثمان رض نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو عہدۂ قضاء کی پیشکش کی انہوں نے انکار کیا ۔ امیر المومنین رض نے فرمایا کہ تمھارے باپ نے بھی تو قبول کیا تھا ۔ عرض کیا کہ ان میں ہمت ہوگی مجھ میں نہیں ۔ امیر المومنین رض نے منت سماجت کی مگر ان کی معذرت غالب آگئی ۔ حضرت عثمان رض نے فرمایا کہ بہت اچھا مگر کسی اور کو نہ بتانا ورنہ کوئی بھی اس کے لیے آمادہ نہ ہوگا ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ انتخابی سیاست اسلامی نظام کے نفاذ اور دین کی نشاۃ ثانیہ کے لیے کوئی مثبت پیش رفت بروئے کار نہ لا سکا ۔ بلکہ در ریورس گیئر" لگا ہوا ہے قوم جن پارٹیوں کے چکر میں پھنسی ہوئی ہے ان کی اسلام کے بارے میں نظریات اور کارکردگی سب پر عیاں ہے اور نہ مستقبل میں ان سے کوئی امید وابستہ کی جا سکتی ہے ۔ اسلام کی بات بہت دور کی ہے شرافت واخلاق ، عدل اجتماعی اور بنیادی اسلامی حقوق حکومت کے ایوانوں سے ناپید ہو چکے ہیں ۔ ۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ کے موقع پر جب عوام میں ایک خاص جوش وجذبہ تھا پاکستان قومی اتحاد کے کارکنوں کے ایک کنونشن میں ائیر مارشل اصغر خان صاحب (جن کی باتوں سے اختلاف کیا جا سکتا ہے) نے کہا کہ اسلام موجودہ انتخابی سسٹم اور پارلیمانی جمہوریت سے آنا مشکل ہے یہ بات ان کی کافی حد تک صحیح ہے ۔

لیکن اہل دین کے لیے احیاء دین اور نفاذ اسلام کی جدوجہد کے بغیر چارۂ کار بھی نہیں کہ غلبۂ اسلام مقصودِ مومن ہے ۔ اس لیے موجودہ حالات میں ہر انقلاب اسلامی کے لیے چند امور کو ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری

ہوگا۔عوام کی اسلامی تربیت کہ ان کے دلوں میں اسلام سے محبت اور نفاذِ اسلام کی برکات پر یقین ہوجائے اور اس کے لیے وہی طریقے اپنانے ہوں گے جو سلف نے اپنائے کہ دینی علوم کی ترویج گلی گلی تبلیغی محنت وجہد۔ فرقہ واریت سے اجتناب کرتے ہوئے مثبت انداز میں اسلامی تعلیمات تک قوم کی رسائی ۔مساجد و مدارس کا مربوط نظام.... ایک طرف فرد کی اصلاح کے لیے یہ سب تدابیر انفرادی و اجتماعی پروگراموں کے ذریعہ بروئے کار لائے جائیں ۔کہ فرد کی اصلاح کے بعد ہی معاشرہ درست ہوسکتا ہے ۔معاشرہ کسی خلائی نظریہ پر استوار نہیں ہوسکتا ۔بلکہ باہم مل کر ہی ایک ڈھانچہ بن سکتا ہے ۔

دوسری طرف جب تک متبادل سیاسی نظام نہیں لایا جاتا اسی پارلیمانی نظام میں مؤثر کردار ادا کرنے کی جدوجہد جاری رہنی چاہیئے ۔اور ضرورت پڑے تو "اہون البلیتین" کے اصول پر ایسے گروپوں کے ساتھ اتحاد بنائے جائیں جو اسلامی کاز کے لیے مفید ہوں ۔لیکن اسی فراست کے ساتھ کہ دین اور دین والے ان کے استعمال میں نہ آئیں ۔بلکہ دین والے اپنے کاز کے لیے ان کو استعمال کرسکیں ۔میرے خیال میں صدارتی اور پارلیمانی نظاموں میں صدارتی نظام اسلام کے زیادہ قریب معلوم ہوتا ہے اگر اسلامی مشورہ کے اصولوں کو ملحوظ خاطر رکھا جائے ۔

علاوہ ازیں قوم میں جذبہ جہاد بیدار کرنے کی بھی ضرورت ہے کہ وقت آنے پر انتخابی جھمیلوں سے یکسو ہوکر جہاد کے ذریعہ سے ملک میں اسلامی انقلاب لایا جاسکے ۔قوم کے لیے صرف پارلیمانی جمہوریت کی "دوری" سے اس کو سلا دینا قرین انصاف نہیں ہے ۔

قارئین محترم! اللہ کے فضل وکرم سے الحق گذشتہ تیس سال سے اپنی معنوی افادیت کے ساتھ ظاہری حسن عمدہ طباعت اور اپنی علمی و دینی حیثیت میں سرگرم عمل ہے ۔چونکہ اشاعت کا مقصد کاروباری نہیں اس لیے اپنے مصارف میں بسا اوقات مقروض بھی رہا ہے ۔ادارہ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ قارئین پر زیادہ بوجھ نہ پڑے مگر گذشتہ سال دو سے ہوش ربا گرانی اور مہنگائی کے عفریت نے ہر جگہ توازن کو تہہ و بالا کرکے رکھ دیا ہے کاغذ اور پریس کے اخراجات کسی پر مخفی نہیں ہیں ان مشکلات کے پیش نظر الحق کے بدل اشتراک میں اضافہ ناگزیر ہو گیا ہے ۔قارئین حسب معمول علم پروری کا ثبوت دیتے ہوئے یہ معمولی سا اضافہ اپنے لیے بار خاطر نہ سمجھیں گے ۔ آئندہ شرح فی پرچہ ۱۲ روپے اور سالانہ ۱۲۰ روپے ہوگی ۔ (ادارہ)

جناب شفیق الدین فاروقی

ختم بخاری کا اجتماع

۲۱ دسمبر بمطابق ۲۸ رجب ۱۴۱۶ھ جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں ختم بخاری کی تقریب منعقد ہوئی حسب معمول ختم بخاری کی تقریب کے لیے نہ تو اشتہارات لگائے گئے اور نہ کوئی اخباری بیان، اور نہ کوئی دیگر تشہیری ذریعہ اختیار کیا گیا البتہ جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے قومی و ملی اور سیاسی امور اور دیگر مشاغل کے پیش نظر مجلس مشاورت میں ان سے ۲۱ دسمبر کی تاریخ لے لی گئی یہی فیصلہ دارالعلوم کے طلبہ و متعلقین، اساتذہ اور خواص کے ذریعہ عوام تک پہنچا۔ تقریب سے ایک روز قبل سرحد بلوچستان کے دور دراز علاقوں، بنوں کرک، کوہاٹ، ڈی آئی خان، وزیرستان، خیبر ایجنسی، کرم ایجنسی، پارہ چنار، ایبٹ آباد، مانسہرہ، بٹگرام، دیر، سوات اور چترال ژوب، لورالائی، قلعہ سیف اللہ اور کوئٹہ وغیرہ سے قافلے پہنچنے شروع ہوئے اور رات کو کثرت اضیاف کے پیش نظر دارالعلوم کو اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ دامنی کی شکایت تھی، طلبہ کے ہاسٹل تمام درسگاہیں، قرب و جوار کے خالی مکانات سب مہمانوں سے بھر گئے، صبح ہوئی تو دارالعلوم کے صحن، برآمدے، اطراف، جدید آڈیٹوریم ہال، گذرگاہیں، لوگوں سے کھچا کھچ بھر چکے تھے جامعہ کے اطراف اور جی ٹی روڈ کے دونوں اطراف گاڑیاں ہی گاڑیاں لگ چکی تھیں۔ دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اپنی قیام گاہ پر اور حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ دفتر اہتمام میں اضیاف اور دور دراز سے آئے مہمانوں، اور قدیم فضلاء اور مخلصین و محبین اور ملاقاتیوں کے ہجوم میں گھرے رہے۔

گیارہ بجے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے دارالعلوم کے بعض اساتذہ کی معیت میں دارالعلوم اور اجتماع کے تمام حلقوں کا دورہ کیا اور تمام حلقوں میں جاکر اضیاف سے ملاقات کی اور خدمت پر مامور طلبہ کی تشجیع اور حوصلہ افزائی فرمائی ایک بجے ظہر کی نماز ہوئی تو دارالعلوم کے نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کی سرپرستی و رہنمائی میں تقریب کے سلسلہ میں اساتذہ اور طلبہ پر مشتمل انتظامیہ نے اپنی اپنی ڈیوٹیاں سنبھال لیں۔

لوگوں نے جہاں جہاں نماز پڑھی وہیں وہیں بیٹھ گئے کہ چلنے پھرنے اور آنے جانے کے تمام راستے مسدود ہو چکے تھے۔

تلاوتِ کلام پاک کے بعد دارالعلوم کے درجہ حفظ کے طلبہ نے مہمانوں کی خدمت میں عربی، پشتو منظوم استقبالیہ پیش کیا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ العالی نے بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا۔ تحریک طالبان افغانستان کی قیادت کے مرکزی رہنما اور بعض صوبوں کے گورنروں (جو حقانیہ کے فضلاء ہیں) نے بھی اجتماع میں شرکت کی اور مولانا نور محمد ثاقب فاضل حقانیہ نے تحریک اسلامی افغانستان طالبان کی نمائندگی کرتے ہوئے جامعہ حقانیہ اور حضرت مہتمم صاحب کی سرپرستی اور رہنمائی اور طالبان کی حمایت پر ان کا بھرپور شکریہ ادا کیا۔

آخر پر جامعہ حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے مفصل خطاب فرمایا جس میں انہوں نے فارغ التحصیل ہونے والے فضلاء کو مستقبل کی ذمہ داریوں، علم و فضل کے تقاضوں ملک کو درپیش مسائل میں مثبت کردار کی نشاندہی، ملکی و ملی اور بین الاقوامی حالات پر تبصرہ اور علماء کے فرائض و لائحہ عمل پر روشنی ڈالی، حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کے خطاب کے بعد جامعہ سے اس سال فارغ التحصیل ہونے والے ۴۰۰ فضلاء اور ۵۰ حفاظ کرام کی دستار بندی کی گئی۔

آخر پر حضرت مہتمم صاحب نے دارالعلوم کے نئے فارغ التحصیل فضلاء، علماء و مشائخ، طلبہ، معاونین، بانیین و متعلقین، مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد اور تمام عالم اسلام کے لیے دعا فرمائی اور ان کی دعا پر اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

شاہ بلیغ الدین

پیکر ایمانی

سیدنا زید بن خطاب رضی اللہ عنہ

دونوں بھائی ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے۔ جو ایک کو پسند وہی دوسرے کو پسند جو ایک ناپسند وہی دوسرے کو ناپسند لیکن عجیب بات ہے کہ ایک معاملے میں دونوں کے خیالات میں اختلاف ہوگیا۔ یہ اسلام اور ایمان کا معاملہ تھا۔ بڑے بھائی نے کہا ـــــ تم مانو نہ مانو میں تو حلقہ بگوشِ اسلام ہو رہا ہوں یہ کہہ کر وہ خدمتِ نبوی ؐ میں حاضر ہوئے اور بیعت کی۔

زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ دونوں بھائی الگ الگ راستوں پر چل کھڑے ہوئے۔ یہ جن دو بھائیوں کا واقعہ ہے۔ ان میں بڑے بھائی حضرت زید بن الخطاب رضؓ تھے اور چھوٹے حضرت عمر رضؓ بن خطاب جو تھوڑے ہی دنوں میں خود بھی ایمان لے آئے۔ ایمان لے آئے تو اس منزلت پر پہنچے کہ فاروقِ اعظم کہلائے! خلیفۂ ثانی بنے! فاتح شام و ایران و مصر و روم کہلائے!!!

دونوں بھائیوں میں بے انتہا محبت تھی۔ حضرت زید بن خطاب رضؓ بڑے جیالے تھے۔ اللہ کی راہ میں جب بھی نکلتے تن من کی بازی لگا دیتے۔ بدر میں شریک رہے۔ اُحد میں اپنے جوہر دکھائے تھے۔ عہدِ نبوی ؐ کے تمام معرکوں میں شریک رہے حجۃ الوداع کے موقع پر بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہوا۔

لڑائی میں کوئی کٹھن مرحلہ آتا تو حضرت زید رضؓ کی بہادری کے جوہر کھلتے۔ حضرت ابوبکر رضؓ کے دورِ خلافت میں سب سے بڑا فتنہ اسلام لاکر پھر جانے والوں کا تھا۔ اُن مرتدوں میں یمامہ والے سب سے آگے آگے تھے اُن میں ایک جھوٹا نبی بھی پیدا ہوگیا تھا۔ اُس کا نام مُسیلمہ تھا۔ ۱۱ھ ہجری کے دن تھے جب وہ نبوت کا دعویٰ لے کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ منافقین نے اُسے اُبھارا اور اکسایا۔ کہتے پھرتے وہ لاکھ جھوٹا سہی۔ ہمارا آدمی ہے۔ ہم کیوں نہ اُسے نبی مان لیں۔ اِس فتنے کو ہوا دینے والا ایک شخص تھا نہار الرجال! بنو حنیفہ سے اُس کا تعلق تھا۔ ایک عرصہ تک مدینے میں رہا۔ ایمان لا کر اصحابِ صُفّہ میں شریک ہوگیا تھا۔ مگر تھا ایک ہی کائیاں۔ دیکھا مُسیلمہ زر و جواہر میں کھیل رہا ہے تو خود بھی اُس کا شریکِ کار بن گیا۔ دھوکے کا یہ کاروبار

کچھ دن خوب پھیلا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دیکھا فتنہ بہت بڑھ رہا ہے تو پہلے حضرت عکرمہؓ کو پھر حضرت خالد بن ولیدؓ کو اسے رفع کرنے بھیجا۔

مُسیلمہ کے پاس چالیس ہزار کا لشکر تھا اور یہ بڑی تربیت یافتہ فوج تھی۔ جب میدانِ جنگ میں حریف آمنے سامنے آئے تو صاف معلوم ہوتا تھا کہ مسلمانوں کا اُن سے کوئی تقابل نہیں لیکن اہلِ ایمان پھر اہلِ ایمان تھے۔ افرادی برتری اور سازو یراق کی بہتات ان کی نظر میں اہمیت نہ رکھتی تھی۔

لڑائی چھڑی تو حال یہ تھا کہ امیر لشکر حضرت خالدؓ آگے آگے تھے۔ بایئں بازو ابوحذیفہؓ کمان کر رہے تھے اور دائیں بازو حضرت زید بن خطابؓ! معرکۂ بدر کے بہت سے جگر دار بھی ساتھ آئے تھے۔ جنگ کی بھٹی سلگ اٹھی تو حالات مسلمانوں کے لیے کچھ ٹھیک نہ تھے۔ دشمن کا دباؤ بڑھا ہوا تھا۔ مرحلہ تو ایسا آیا کہ حملہ کرتے کرتے یہ لوگ مسلمانوں کے خیموں تک پہنچ گئے۔ حضرت زیدؓ نے دیکھا حالات قابو سے باہر ہو رہے ہیں تو ایک ہی بات سمجھ میں آئی کہ اس موقع پر جان کی بازی لگا دینی چاہیئے۔ یہ سوچ کر انہوں نے میدانِ جنگ پر ایک نظر ڈالی۔ دیکھا رجال بڑھا چلا آرہا ہے تو اسے للکارا۔ اے دشمنِ خدا! او مرتد!! اب بھی سیدھے راستے پہ آجا اور توبہ کرکے پھر ایمان لے آ۔ رجال بولا ــــ اب یہی میرے سنگھی ساتھی ہیں! حضرت زیدؓ نے کہا ــــ اب بھی کچھ نہیں گیا اپنے گناہوں سے توبہ کرلے! رجال نے جواب دیا ــــ اب تو انہی کے ساتھ میرا مرنا جینا ہے۔ تھوڑی دیر میں ہم تمہارے مجاہدوں کے منہ پھیر دیں گے۔ کہنے کو اس نے یہ بات کہہ دی مگر حضرت زیدؓ کے تیور بھی دیکھ لیے۔ سوچا دو دو ہاتھ ہونے سے پہلے ان کا حوصلہ گرا دینا چاہیئے۔ ہندی ساخت کی تلوار ہاتھ میں تھی۔ اس کا زہر فولادی پھل چمکا یا کہ زیدہ بجھ لیں۔ وہ آب وہ جلا تھی کہ آئینہ سا چمکتا تھا۔ زیدؓ خطاب کے بیٹے۔ فاروقِ اعظمؓ کے بھائی تھے۔ وہ کہاں اس بات کو خاطر میں لاتے شیر کی طرح دھاڑے کہ ــــ اپنی تلوار کی آب کیا دکھاتا ہے۔ میری جرأتِ ایمانی کی آب دیکھ! یہ کہہ کے دڑاتے آگے بڑھے۔ یا محمدؐ!! کا نعرہ زبان پر تھا۔ یہی یمامہ کی جنگ میں مسلمانوں کا نعرۂ جنگ تھا۔ دونوں کی تلواریں ایک ساتھ اٹھیں۔ دونوں ایک ساتھ تڑپیں لیکن خاک و خون میں تڑپنا رجال کا مقدر ہو چکا تھا۔ زیدؓ حریف کو پیٹ کر فاتحانہ آگے بڑھ گئے۔ استیعاب میں ہے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار پیشگوئی فرمائی تھی کہ نہار حضرت زیدؓ کے ہاتھوں سے مارا جائے گا۔ حالانکہ وہ اس وقت مسلمان تھا اور مدینے میں رہتا تھا۔

بنو حنیفہ نے دیکھا اُن کا وزیر، امیر اور مشیر مارا گیا تو بے قابو ہوگئے۔ طوفان کی طرح دندناتے مسلمانوں پر آگرے۔ آندھی کے تیز و تند جھکڑ چل رہے تھے۔ میدانِ جنگ گرد و غبار سے اَٹ گیا تھا۔ مسلمان سردار

نے آپس میں مشورہ کرنا چاہا کہ اس موقع پر کیا کیا جائے۔ زیدؓ چلائے ـــــ اس وقت کوئی مشورہ نہیں ہوگا اب ہر گفتگو بیکار ہے۔ یہ سوچنے کا وقت نہیں۔ یہ وقت ہے کہ دشمن پر پل پڑو اور بڑھتے چلے جاؤ۔ میں یا تو دشمن کو مار بھگاؤں گا یا پھر بارگاہِ رب العزت میں پہنچ کر اس جنگ کا حال سناؤں گا۔ یہ کہہ کر حضرت زید بن خطابؓ میدانِ جنگ میں یوں چلے جیسے کڑی کمان سے نکلا ہوا تیر۔ بے خطا نشانہ۔ بے مثال جرأت دل بڑھا ہوا، ہاتھ پاؤں مضبوط، یا محمدؐ کا نعرہ زبان پر، معلوم ہوتا تھا آدمی نہیں کوئی خدائی طاقت ہے جو دشمنوں پر ٹوٹ پڑی ہے۔ حریفوں میں جس نے بھی آپ کو دیکھا سہم گیا۔ راستے میں جو آڑے آیا موت کے گھاٹ اتر گیا۔ رجز پڑھتے، نعرہ جنگ بلند کرتے آپ بڑھتے رہے۔ بڑھتے رہے، ساتھ ساتھ اسلامی لشکر بھی آگے بڑھتا رہا۔ ابوحذیفہؓ، ابودجانہؓ، ثابت بن قیسؓ، براء بن مالکؓ، خالد بن ولیدؓ اور بہت سے اللہ کے سپاہی اپنی اپنی جگہ دادِ شجاعت دیتے رہے۔ کفن بردوش یہ مجاہد ایسے برق دیلاتے تھے کہ دشمن اپنی کثرت اور ساز و سلاح کے باوجود میدان چھوڑ بھاگا۔

جنگ ختم ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ میدانِ کارزار سے مدینہ واپس ہوئے۔ غازی بن کر آئے تھے۔ لیکن غمگین تھے۔ باپ سے عرض کیا ـــــ چچا شہید ہوئے۔ جانتے تھے باپ کو چچا سے کس قدر شدید محبت تھی اس لیے اور بھی افسردہ تھے۔

لختِ جگر میدانِ جنگ سے لوٹا تھا۔ باپ نے بیٹے کو گلے نہیں لگایا۔ کچھ پوچھا تو صرف اتنا کہ ـــــ زیدؓ شہید ہوئے اور تم لوٹ آئے؟

حضرت عبداللہؓ بولے ـــــ شہادت کی تمنا میں لڑتا رہا لیکن قدرت شاید کچھ اور امتحان لینا چاہتی ہے۔

کوئی سوچے ـــــ کہ یہ باپ بیٹے کی گفتگو تھی یا ایمان انسانی پیکروں میں ڈھل کر بول رہا تھا۔

عبدالقیوم حقانی

تعارف وتبصرۂ کتب

انوار الحدیث جلد دوم تصنیف حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ۔ صفحات ۲۳۲ قیمت ۱۵۰ روپے
ناشر دارالارشاد مدنی روڈ اٹک شہر پاکستان۔

الامام لاہوریؒ کے خلیفۂ اجل بقیۃ السلف حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ سے قارئین بخوبی متعارف ہیں ان کی وقیع تصنیفات اور گرانقدر افادات پر الحق میں تبصرہ بھی ہوتا رہتا ہے نومبر ۱۹۶۴ئ میں موصوف نے واہ کینٹ میں جس درس قرآن کا آغاز فرمایا تھا وہ کیسٹ سے منقول ہوکر چھپتا رہا جو مئی ۱۹۹۲ء کو ۲۸ سالوں میں مکمل ہوکر ۲۸ جلدوں میں چھپ کر منظر عام پر آگیا ہے۔

درسِ قرآن کی طرح واہ میں ستمبر ۱۹۶۷ء کو درس حدیث کا سلسلہ بھی شروع ہوا جو گزشتہ ۲۸ برسوں سے تاہنوز جاری ہے جیسے درسِ قرآن کے مرتب جناب محمد عثمان غنی صاحب باقاعدہ کیسٹ سے نقل کرکے تحریری صورت میں مرتب فرمارہے ہیں پیش نظر انوار الحدیث کی دوسری جلد اس سلسلہ مقدس کا نقش ثانی ہے۔ ہر درس کے آغاز میں حدیث کا متن، اعراب اور حضرت مدظلہ کا لفظی ترجمہ اور اس کے متعلق حسب ضرورت جامع تشریح و توضیح، جس درس کو بھی پڑھنا شروع کر دیجئے پڑھتے ہی چلے جائیے، احقرنے دو نشستوں میں ساری کتاب مکمل پڑھ لی، اب دوبارہ استفادہ کے لیے اشتیاق نے انوار الحدیث سے اشتغال دے دیا ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک

شرح حدیث میں آسان اردو، متعارف اصطلاحات، روزمرہ کے تمثیلات، صحابہ کرامؓ اور سلف صالحینؒ کے دلچسپ حکایات اور اہل اللہ کے حیرت انگیز واقعات اور علوم و معارف کے قیمتی جواہر پروئے گئے ہیں۔ تبلیغی اور درسی حلقوں میں نافع اور خطیبوں کے لیے خطبہ جمعہ کے لیے بھی تیار مواد، بڑا سائز، واضح اور جلی کتابت عمدہ کاغذ اور شاندار و دیدہ زیب جلد بندی شدید گرانی کے اس دور میں ہدیہ بھی معقول۔

شرح کتاب الآثار تالیف: مولانا حافظ ریاض احمد ملتانی صفحات ۲۴۶
ناشر: مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان۔

کتاب الآثار جب سے وفاق المدارس العربیہ کے نصاب میں داخل ہوئی ہے تب سے اس سے استفادہ اور درسی ضرورت کے پیش نظر تراجم و شروح کے سلسلہ میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہو رہا ہے جس میں

امام اعظم ابو حنیفہؒ سے ... "آثار صحاح" کو جنکی اشاعت ثقات کے ہاتھوں عمل میں آئی ہے جمع کر دیا ہے حضرت الامامؒ نے اس کتاب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری افعال و ہدایات کو بناء اول اور آثار صحابہ و تابعین کو بناء ثانی قرار دیا ہے بعینہٖ یہی طرز امام مالک نے موطا میں اختیار فرمایا ہے شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں "اصل وام صحیحین است" اس اعتبار سے گویا کتاب الآثار صحیحین کی "ام الام" ہوئی اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کتاب الآثار سے پہلے حدیث کی کوئی کتاب ابواب پر مرتب نہ تھی کتاب الآثار تصنیف ہوئی تو حدیث کی تبویب کا رواج ہوا۔ کتاب الآثار کے یوں تو مختلف حضرات کی روایت سے متعدد نسخے مروج ہیں مگر بروایت امام محمد تمام نسخوں میں متداول ترین مشہور ترین اور مقبول ترین سمجھا ہے

ضرورت تھی کہ دینی مدارس کے اساتذہ و طلبہ کی درسی ضرورت کی تکمیل کے لیے عام درسی متون کی طرح ایک مختصر مگر جامع شرح لکھدی جائے جو ہر صفحہ پر متعلقہ حدیث کے نیچے بطور حاشیہ کے لگی ہوئی ہو جس میں متعلقہ احادیث کے متون کا حل ہو۔

محترم جناب مولانا حافظ ریاض احمد صاحب نے اس ضرورت کو پورا فرمایا۔ ہر صفحہ میں متن احادیث کے مشکل الفاظ کے معانی و تشریح، اصطلاحی اور لغوی معانی کی توضیح، مصداق، ائمہ کا استدلال، مختصر دلائل اور وجوہ ترجیح، خصم کے مستدلات کو مختصر اشارہ اور اس کا جواب، تعارض کی مختصر توضیح اور شافع جواب، عربی سلیس رواں اور آسان، طلبہ کی علمی سطح کو ملحوظ رکھ کر ایک معیاری شرح لکھدی ہے، آغاز میں تقریظ شیخ الحدیث، حضرت مولانا فیض احمد صاحب نے لکھی ہے اور شرح و حواشی میں بھی ان کی رہنمائی اور مفید مشورے شریک رہے ہیں جس سے اس کی ثقاہت اور بڑھ گئی ہے کتاب کی طباعت کاغذ کی عمدگی اور مضبوط جلد بندی، مکتبہ امدادیہ ملتان نے طباعت میں اپنی شاندار روایات کو ملحوظ رکھا ہے

---

300 mls.
Hamdard
Cinkara
A HERBO-MINERAL COMPOUND
FOR THE WHOLE FAMILY
ALL THE YEAR ROUND.
Hamdard Laboratories (Waqf) Pakistan
سنکارا
سنکارا
صحت کا سرچشمہ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠

O ye who believe! Fear God as
He should be feared, and die not
except in a state of Islam. And
hold fast, all together, by the
Rope which God stretches out
for you, and be not divided
among yourselves.

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED